www.paksociety.com

صائمہ اکرم چوہدری



Downloaded From
Paksociety.com

سیاہ حاشیہ پار مت کرو۔ ''پچھتاؤ گی۔ ایک نادیدہ آواز روکتی رہی لیکن وہ لڑکی نہ رکی۔ سیاہ حاشیہ عبور کر گئی اور تب اسے احساس ہوا کہ اپنے لیے جہنم خرید چکی ہے۔



عدینہ کاٹھ کباڑ میں اپنی پرانی ڈائریاں تلاش کر رہی ہے تو اسے ایک کتبہ ملتا ہے۔ جس پر اس کی والدہ صالحہ رفیق کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات درج ہوتی ہے۔ وہ بری طرح الجھ جاتی ہے۔ اس کی والدہ تو زندہ ہیں پھر یہ کتبہ کس نے اور کیوں بنوایا ہے۔ تب ہی اس کی والدہ صالحہ آجاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ڈائریاں تو انہوں نے ردی والے کو دے دی ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

عدینہ کو بہت دکھ ہوتا ہے پھر اسے کتبہ یاد آتا ہے تو وہ سوچتی ہے کہ عبداللہ سے اس کے متعلق پوچھے گی۔
عبداللہ پابند صوم و صلوٰۃ وہ مسجد کا موذن بھی ہے اور اس نے عربی میں ایم فل کر رکھا ہے عدینہ کی اس کے ساتھ منگنی ہو چکی ہے۔ عدینہ ہاسٹل میں رہتی ہے اور میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔
عدینہ کے والد مولوی رفیق کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ اپنی ماں سے زیادہ دادی سے قریب ہے مونا اس کی کزن ہے۔ وہ حویلیاں شہر سے قرآن حفظ کرنے ان کے گھر آئی ہے۔
عدینہ عبداللہ سے بہت محبت کرتی ہے۔ عبداللہ بھی اسے چاہتا ہے لیکن شرعی اصولوں کے تحت زندگی گزارنے والی صالحہ آپا نے منگنی ہونے کے باوجود انہیں آپس میں بات چیت کی اجازت نہیں دی۔

ناولٹ



Downloaded From
Paksociety.com

شانزے ماڈل بننا چاہتی ہے۔ ریمپ پرواک کرتے ہوئے اس کا پاؤں مڑ جاتا ہے اور وہ گر جاتی ہے۔
ڈاکٹر بینش نیلی کوٹھی میں اپنے بیٹے ارحم کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کے شوہر کرنل جاوید کا انتقال ہو چکا ہے۔
نیلی کوٹھی کے دوسرے حصے میں ان کے تایا ڈاکٹر جلال اپنی بیوی اور پوتی اوریدا کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی دو شادی شدہ بیٹیاں ہیں اور اکلوتا بیٹا تیمور لندن میں مقیم ہے۔ بیوی کی وفات کے بعد تیمور نے اوریدا کو پاکستان اپنے باپ کے پاس بھجوا دیا ہے۔ بیٹا ماہیران کے پاس لندن میں ہے۔
اوریدا اور ارحم کی بہت دوستی ہے جو ڈاکٹر بینش کو بالکل پسند نہیں۔ ڈاکٹر بینش تیمور کے نام سے بھی نفرت کرتی ہیں۔
عبداللہ عدینہ کو اپنا سیل نمبر بھجواتا ہے۔ صالحہ آپا دیکھ لیتی ہیں۔ وہ شدید غصہ ہوتی ہیں اور نمبر پھاڑ کر پھینک دیتی ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سرمد اپنے دوست کے پروڈکشن ہاؤس میں جاتا ہے تو وہاں شانزے کو دیکھتا ہے۔ شانزے اس کی منتیں کررہی ہے کہ وہ ایک چانس اسے دے کر دیکھے۔

شانزے سخت مایوسی کا شکار ہے۔ رباب اس کی روم میٹ اسے تسلی دیتی ہے تو وہ بتاتی ہے کہ اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے صرف ایک پھوپھی ہیں جن کے گھر میں اسے کوئی پسند نہیں کرتا۔ اس کی ماں اسے پھینک کر چلی گئی تھی اور باپ کو کسی مذہبی جنونی نے قتل کردیا۔ شانزے کا خاندان مسلمان ہے لیکن وہ کسی مذہب کو نہیں مانتی۔ ہاسٹل میں رہنے کے لیے اس نے کالج میں داخلہ لے رکھا ہے۔ وہ شوبز میں اپنا نام بنانا چاہتی ہے۔

آپا صالحہ نے عدینہ کی عبداللہ سے منگنی توڑدی ہے۔ عبداللہ عدینہ سے ایک بار بات کرنا چاہتا ہے۔ عدینہ چھت پر جاتی ہے تو عبداللہ وہاں آجاتا ہے۔ آپا دیکھ لیتی ہیں۔ وہ عدینہ کو برا بھلا کہتی ہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈراتی ہیں۔

اوریدا ارصم کے ساتھ پیپر دینے جاتی ہے۔ ارصم باہر اس کا انتظار کرتا ہے۔ وہ اوریدا کو واپس لے کر آتا ہے تو ڈاکٹر بینش اسے بہت ڈانٹتی ہیں کیونکہ وہ ان کی گاڑی لے کر جاتا ہے۔ اوریدا اپنے باپ تیمور کو یہ بات بتاتی ہے تو وہ اس کو نئی گاڑی خرید کر دے دیتے ہیں' آغا جی کو یہ بات بری لگتی ہے۔

ٹی وی پر ایک مذہبی پروگرام دیکھتے ہوئے صالحہ آپا شدید جذباتی ہو کر رونے لگتی ہیں۔ عدینہ کو اسٹور روم کی صفائی کے دوران ایک تصویر ملتی ہے جو کسی مرد کی ہے۔

ارصم اوریدا کو گاڑی چلانا سکھاتا ہے۔ اوریدا کے امتحان میں کم نمبر آتے ہیں تو وہ پریشان ہوجاتی ہے۔

مونا عدینہ کو بتاتی ہے کہ آپا نے اس کی منگنی اس لیے توڑی کہ وہ چاہتی تھیں کہ عبداللہ عدینہ سے فوراً شادی کرلے۔ عبداللہ نے فوراً شادی سے انکار کردیا تھا۔

عبداللہ تبلیغی دورے پر جاتا ہے تو اس کا جہاز کریش ہوجاتا ہے۔ اور اس کے مرنے کی خبر آجاتی ہے۔

عدینہ پر عبداللہ کی موت کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنی ماں سے بری طرح بدظن ہوجاتی ہے۔

شانزے جب بھی کوئی غلط کام کرنا چاہتی ہے کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے۔ رباب اسے سمجھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے غلط راستوں سے بچانا چاہتا ہے۔

ارسل' شانزے کو زخمی ہونے پر تسلی دیتا ہے' وہ بتاتا ہے کہ ایڈ میں کام کے لیے اس نے سفارش کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ شانزے اسے اپنا بھائی سمجھے۔

ارصم بہت اچھے نمبروں سے ایف ایس سی کرلیتا ہے۔ ڈاکٹر بینش اس خوشی میں ڈنر دیتی ہیں۔

عدینہ فیصلہ سنادیتی ہے کہ اسے ڈاکٹر نہیں بننا۔ یہ سنتے ہی آپا صالحہ شدید پریشان ہوجاتی ہیں۔

ستر ہویں اور آخری قسط

ڈاکٹر جلال متوحش انداز میں اسپتال سے باہر نکلے تو پسینے میں شرابور تھے۔ ان کی دھڑکنیں دنیا جہاں کی وحشتوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھیں۔

انہوں نے حواس باختہ انداز میں پارکنگ میں آکر دو تین لمبے لمبے سانس لیے اور باہر کی تازہ ہوا کو اپنے اندر منتقل کرنے کی کوشش کی لیکن اندر کی کثافت کسی صورت بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"بختاور.....!" ان کے منہ سے یہ نام ایک سرگوشی کی مانند نکلا۔ وہ اپنی گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔

"لیکن وہ تو مرچکی تھی....." ان کا پورا بدن یوں لرز رہا تھا جیسے تیز آندھی کی زد میں خشک گھاس کا کوئی تنکا آگیا ہو۔

"یہ اس طرح زندہ سلامت' اس حال میں' کیسے؟؟" پسینے کی بوندیں ان کی گردن سے ہوتی ہوئی کمر تک پہنچ گئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"عدینہ میری نواسی ہے اور بختاور کی اکلوتی بیٹی....."

اس سوچ نے ان کے دل و دماغ میں ایک حشر برپا کر دیا۔

"اوہ میرے خدایا! یہ کون سا منظر دکھا دیا مجھے....."

ان کے حلق تک میں کڑواہٹ گھلنے لگی۔

ڈاکٹر جلال نے پارکنگ سے اپنی گاڑی نکالی اور بمشکل اسٹارٹ کی۔ ان کے دل کی دھڑکنیں ابھی تک بے ترتیب تھیں اور ذہن کے پردے پر بار بار بختاور کا زندگی سے عاری 'زرد چہرہ آ رہا تھا اور اس چہرے پر پھیلا صدیوں کا کرب' انہیں بے چین کر رہا تھا۔

"اگر بختاور زندہ تھی تو وہ کس لڑکی کی ڈیڈ باڈی تھی جس کے لیے پولیس نے ان سے رابطہ کیا تھا....." یہ سوال ہتھوڑے کی طرح ان کے دماغ میں برسا۔

"کیا عدینہ کو پتا ہے کہ اس کی ماں کا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے.....؟" انہیں اپنے اعصاب پر منوں وزن گرتا ہوا محسوس ہوا۔

"نہیں..... نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے خود ہی اپنی بات رد کی۔

"میرے بابا کی ڈیتھ ہو چکی ہے اور میری پرورش میری والدہ نے کی ہے....." عدینہ کا اپنے تعارف کے دوران کہا گیا جملہ ان کے ذہن کے دریچوں میں روشن ہوا اور انہوں نے مضطرب انداز میں گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔ انہیں کچھ علم نہیں تھا کہ وہ کب کیسے اسپتال سے گھر پہنچے۔ پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے انہوں نے ٹشو سے اپنا پسینے سے شرابور چہرہ صاف کیا۔ دل کا اضطراب تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"صاحب! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے....." مالی جو کہ گملوں کی ترتیب بدل رہا تھا' ڈاکٹر جلال کو کافی دیر گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر پریشان ہوا۔

"ہوں..... کیا کہا تم نے.....؟" وہ غائب دماغی کے عالم میں بولے۔

"صاحب جی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا' گاڑی سے باہر کیوں نہیں آ رہے؟" مالی کے چہرے پر تشویش کے سائے لہرائے۔

"نن..... نہیں..... میں ٹھیک ہوں۔ تم جاؤ۔" انہوں نے چونک کر مالی کا چہرہ دیکھا اور ناگواری سے کہا تو وہ فوراً پلٹ گیا۔

"کیا ہو گیا ہے مجھے.....؟" انہیں اپنے اعصاب چٹختے ہوئے محسوس ہوئے۔ شکست خوردہ انداز میں وہ باہر نکلے اور گاڑی کا دروازہ لاک کرتے ہوئے ان کے ہاتھ بری طرح کپکپا رہے تھے۔

"یا اللہ میری مدد کر....." شدید قسم کی بے بسی محسوس کرتے ہوئے وہ گھر کے داخلی دروازے تک پہنچے۔ ان لمحات میں وہ ایسی تھکن محسوس کر رہے تھے جیسے صدیوں کی مسافت طے کر کے آئے ہوں۔ جیسے ہی انہوں نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا' اندر سے آتی ہوئی تیمور کی بلند آواز نے ان کے قدم روک لیے۔ انہیں علم نہیں تھا کہ ایک اور اعصاب شکن مرحلہ ان کا منتظر تھا۔

"دبینش نے ساری زندگی جو بویا اس کے کاٹنے کا وقت آ چکا ہے امی۔" تیمور کا تلخ لہجہ ڈاکٹر جلال کی سماعت سے ٹکرایا اور ان کے پاؤں زمین نے جکڑ لیے۔

مصحف
نمرہ احمد
قیمت -/350 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر:
32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"وہ کیسے.....؟" شائستہ بیگم استعجابیہ لہجے میں بولیں۔

"ارصم کو اپنی ماں کی ساری حقیقت معلوم ہو چکی ہے کہ اس نے کس کس طرح سب کو نقصان پہنچایا اور کس طرح بابا کو ہمارے خلاف بدگمان کرتی رہیں۔ یہ سب معلوم ہونے کے بعد وہ اب اپنی ماں کی شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں۔" تیمور کی بات پر ڈاکٹر جلال کا تنفس تیز ہوا۔

"کاش تمہارے باپ کو بھی کچھ عقل آجائے اور پتا چلے کہ ساری زندگی جس کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے یقین کرتے رہے اس کے دل میں کتنا بغض بھرا ہوا ہے ان کی اولاد کے لیے....." شائستہ بیگم ناراضی سے بھرپور لہجے میں گویا ہوئیں۔

"مجھے تو آج تک اس کا وہ استہزائیہ انداز اور فاتحانہ قہقہے نہیں بھولتے، جو اس نے بختاور کے کورٹ میرج کرنے کے فیصلے کے بعد اپنے گھر میں بیٹھ کر لگائے تھے....." تیمور کی بات پر ڈاکٹر جلال کو ایسے لگا جیسے پورے گھر کی چھت ان کے اوپر آن گری ہو۔

"سب پتا ہے مجھے....." شائستہ بیگم کی آواز میں افسردگی کا عنصر نمایاں تھا۔

"اور جس دن بینش نے بابا کو طیبہ کا نکاح کرنے پر راضی کیا، اس دن تو باقاعدہ جشن منایا تھا اس نے۔ یقین مانیں اماں، میں مرجاتا لیکن بینش کے ساتھ کبھی شادی نہ کرتا۔" تیمور کی بات پر ڈاکٹر جلال کو لگا جیسے کسی نے ان کا دل مٹھی میں پکڑ کر مسل دیا ہو۔

"اسی لیے تو میں بھی مان گئی تھی تمہاری شادی بندیا کے ساتھ کرنے کو، ورنہ آج تک اس بات کی خلش ہے مجھے، کاش عزت کے ساتھ بیاہ کے لاتی اپنے گھر کی اکلوتی بہو کو۔"

شائستہ بیگم کے منہ سے نکلنے والے ان فقروں سے ڈاکٹر جلال کے من میں ایسی پھانس چبھی کہ سانس لینا محال ہو گیا۔ آج کیسے کیسے قیامت خیز راز کھل رہے تھے ان کے سامنے۔

"میں نے اور بندیا نے تو انگلینڈ جاتے ہی منشی چاچا سے معافی مانگ لی تھی۔ اللہ بخشے انہیں، جب تک زندہ رہے، ہمیشہ رابطہ رہا ان سے۔" تیمور کی بات پر ان کے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔

آج کی تاریخ میں وہ اس سے زیادہ انکشافات نہیں سن سکتے تھے۔ اس لیے دل کڑا کر کے اندر چلے آئے۔ سامنے ہی تیمور اپنی والدہ کی گود میں سر رکھے صوفے پر لیٹے ہوئے تھے۔ انہیں اچانک دیکھ کر دونوں ماں بیٹے کا رنگ فق ہوا۔

تیمور فوراً" بوکھلا کر اٹھ بیٹھے اور شائستہ بیگم نے جانچتی نگاہوں سے اپنے شوہر کا دھواں دھواں سا چہرہ دیکھا۔ وہ تیمور کے سامنے والے صوفے پر دھپ کر کے ایسے بیٹھے جیسے صدیوں کی مسافت طے کر کے آئے ہوں۔

"بابا! کیا ہوا.....؟" تیمور نے آگے بڑھ کر ان کے ماتھے کو چھوا۔ وہ چوکھٹے میں جڑی تصویر کی مانند بالکل ساکت بیٹھے ہوئے تھے۔

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی دو مجھے....." ان کی آواز ایک مدھم بڑبڑاہٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ شائستہ بیگم نے جلدی سے سائیڈ میز پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں ڈال کر ان کی طرف بڑھایا، جسے وہ ایک ہی سانس میں پی گئے۔

"تیمور..... میرے کندھے دباؤ ذرا....." ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے دونوں ---- کو ہکا بکا کر دیا، آج بیس بائیس سال کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے کا نام لیا تھا۔ تیمور کا دل خوشی کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

وہ جلدی سے آگے بڑھے اور صوفے کی پشت سے آکر اپنے بوڑھے باپ کے کندھے نرمی سے دبانے لگے۔ لاؤنج میں داخل ہوتی بینش نے یہ منظر انتہائی بے یقینی سے دیکھا، انہوں نے غیر ارادی طور پر اپنی آنکھوں کو مسلا لیکن اس تلخ منظر میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ لاؤنج میں ڈاکٹر جلال، شائستہ بیگم اور تیمور میں سے کسی نے بھی ان کی آمد کا نوٹس نہیں لیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

انہیں تھوڑی سی شرمندگی ہوئی۔
"تایا ابا! ارصم تو نہیں آیا آپ کی طرف......؟"
انہوں نے ہراساں نظروں سے ڈاکٹر جلال کا چہرہ دیکھا' جس پر اجنبیت اور ناگواری کے سوا کچھ نہیں تھا۔
"نہیں...." ڈاکٹر جلال نے سپاٹ لہجے میں کہا تو انہیں دھچکا سا لگا۔
"ماہیر کے ساتھ تو نہیں گیا وہ کہیں...." انہوں نے تایا ابا کا موڈ چیک کرنے کے لیے یوں ہی پوچھا۔
"پتا نہیں......" انہوں نے ایک دفعہ پھر بے رخی سے جواب دیا۔
"آپ کے لیے چائے بنواؤں...." شائستہ بیگم نے بھی بینش کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے شوہر سے پوچھا تو انہوں نے اثبات میں سرہلا دیا۔
"میں چلتی ہوں...." انہیں پورے گھر کی دیواریں اپنا مذاق اڑاتی ہوئی محسوس ہوئیں۔
"بینش! بیٹھ جاؤ......" تیمور کو اس پر ترس آیا۔
"نہیں.... چلتی ہوں میں...." وہ پلٹیں اور شکست خوردہ قدموں سے چلتی ہوئی لاؤنج سے نکل گئیں۔
"کیسی طبیعت تھی عدینہ کی والدہ کی....؟" شائستہ بیگم نے بے دھیانی میں ایک دفعہ پھر ان کے زخموں کو ادھیڑ دیا۔
"جاکر دیکھ لینا...." انہوں نے اذیت کے گہرے احساس سے آنکھیں بند کرلیں۔
"خدانخواستہ کہیں...." شائستہ بیگم نے فقرہ ادھورا چھوڑا۔
"سرجری ٹھیک ہوگئی ہے...." انہوں نے فوراً جواب دیا تو شائستہ بیگم نے ایک اطمینان بھرا سانس لیا۔
"توبہ ہے' آپ نے تو ڈرا ہی دیا تھا مجھے...." وہ لاپروائی سے گویا ہوئیں۔
"ہاں' میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے......" ان کے منہ سے نکلنے والی پھنسی ہوئی آواز نے شائستہ بیگم اور تیمور کو الجھن میں مبتلا کیا۔
"کیا مطلب......؟" وہ ناسمجھی کے عالم میں اپنے شوہر کا چہرہ دیکھنے لگیں۔
"کچھ نہیں۔ تیمور کے ساتھ جاکر مل آؤ اس سے' اسے تم سب کی ضرورت ہے شاید۔" انہوں نے نرمی سے تیمور کے ہاتھ پیچھے کیے اور تھکے تھکے قدموں کے ساتھ لاؤنج سے نکل گئے۔ تیمور نے الجھ کر اپنی ماں کا چہرہ دیکھا۔
"عدینہ کی وجہ سے کہہ رہے ہوں گے' اوریدا کی بہت اچھی دوست جو ہے وہ۔" انہوں نے سر جھٹک کر وضاحت کی تو ان کی الجھن بھی سلجھ گئی۔ دونوں ماں بیٹا فوراً" ہی مطمئن ہوگئے تھے۔ بڑی اماں نے جلدی جلدی میز پر رکھی چیزیں سمیٹنا شروع کردیں۔



"میں دیکھتا ہوں' کیسے نہیں جاتی ہو تم میرے ساتھ......" ارصم نے غصے سے اوریدا کا بازو پکڑا اور تقریباً" گھسیٹتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔ پارکنگ میں کھڑے لوگوں نے حیرانی سے یہ منظر دیکھا۔
"یہ کیا کررہے ہو تم......؟" اوریدا بوکھلا گئی۔
"جب انسانوں کی طرح بات نہیں مانو گی تو ایسے ہی کروں گا۔" اس کی آنکھوں میں خفگی کا ایک جہان آباد تھا۔
"چھوڑو میرا ہاتھ خود چل رہی ہوں میں......" اس نے جھنجلا کر زبردستی اپنا ہاتھ چھڑایا اور پاؤں پٹختی ہوئی گاڑی میں جاکر بیٹھ گئی۔ ارصم نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بہت غصے سے اپنی سائیڈ کا دروازہ بند کیا اور خفگی سے اس کا کندھا اپنی جانب موڑا۔
"پرابلم کیا ہے تمہارے ساتھ' تم نے کیا زندگی کو کوئی تین گھنٹے کی فلم سمجھ لیا ہے جو اتنے نخرے دکھا رہی ہو۔"
"اور جو تم "دیوداس" بننے کی ناکام کوشش کررہے ہو' وہ کیا ہے؟" وہ بھی ایک دم پھٹ پڑی۔
"یہ سب تمہارے فضول فیصلوں کا نتیجہ ہے......"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ارصم نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تو وہ ایک دم چڑ گئی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مت پڑھو اور دو سبجیکٹس میں فیل ہو جاؤ۔" اویدا نے جل کر طعنہ دیا۔ ارصم کو ایک جھٹکا لگا' اس نے غصے سے اس کی تھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنی جانب گھمایا۔

"تم کتنے ٹیسٹوں میں فیل ہوتی رہیں وہ' اگر چاہو تو انگلیوں پر حساب کر کے بتا سکتا ہوں' لیکن کوئی ایک ایسا موقع بتاؤ' جب میں نے تمہاری ناکامی پر تمہیں اس طرح سے ٹریٹ کیا ہو' اس طرح تاک تاک کر طنز کے تیر چلائے ہوں۔" اس کے سرد لہجے پر اویدا پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

وہ بالکل سچ کہہ رہا تھا۔ اویدا نے شرمندگی سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ کیا کچھ نہیں تھا ارصم کے چہرے پر دکھ' غم' گلے' شکوے اور دنیا جہاں کی ناراضی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اویدا ہی نہیں ساری دنیا سے ہی خفا ہے۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا....." وہ بوکھلا کر بولی۔

"تمہارے باتوں کا مطلب اگر میں نہیں سمجھتا تو پھر دنیا کا کوئی شخص بھی تمہیں سمجھنے کا دعوا نہیں کر سکتا۔ میں ہر شخص سے اس کم ظرفی کی توقع کر سکتا تھا لیکن تم سے نہیں....." اس کے الفاظ زہر میں بجھی سوئیاں بن کر اس کے وجود میں گڑ گئے۔

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی' اتنا برا رزلٹ آسکتا ہے تمہارا....." اویدا نے اپنی آستین سے ماتھے پر آیا پسینہ پونچھا۔

"اور میرے گمان کی آخری حد پر بھی نہیں تھا کہ تم اس بات کا طعنہ دو گی مجھے۔" ارصم نے رنجیدگی سے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے مین سڑک پر ڈال دی' وہ بہت تیز گاڑی چلا رہا تھا۔

"آئی ایم سوری ارصم....." وہ سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھ گئی لیکن ارصم کا غصہ جوں کا توں تھا۔

"یاد رکھنا' میرے برے رزلٹ کی ذمہ دار تم ہو۔ تم نے مجھے اتنی ذہنی اذیت دی کہ میں ایک لفظ نہیں پڑھ سکا۔" ارصم کے اس الزام پر وہ تڑپ اٹھی۔

"میں نہیں' تمہاری پھپھو لگتی ارسلہ ذمے دار ہے اس کی....." اس نے بھی جھٹ سے بدلہ لیا۔

"ہاں تو وہ بھی تو تمہارے انکار کی وجہ سے میری زندگی میں شامل ہوئی تھی۔" ارصم نے ناراضی سے اسے یاد دلایا۔

"میں نے کہا تھا تم سے کہ ارسلہ سے انگیج منٹ کر لو....." اس نے چڑ کر اس کا سرخ چہرہ دیکھا۔

"ظاہر سی بات ہے' تمہارے انکار کے بعد مجھے کہیں نہ کہیں تو انگیج ہونا ہی تھا۔" وہ ناراض لہجے میں گویا ہوا۔

"تو پھر اس کو نبھاتے نا' راستے میں کیوں چھوڑ دیا....." اویدا کا لہجہ تھوڑا دھیما ہوا۔

"نبھانے کے لیے تھوڑی کی تھی انگیجمنٹ' اس رشتے کو کبھی نہ کبھی تو ختم ہونا ہی تھا۔ چاہے آج ہوتا یا دس سال بعد۔" ارصم کی بات سن کر اسے اپنی سانس سینے میں اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"پھر ضرورت کیا تھی یہ سب کرنے کی.....؟"

اویدا کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

"کچھ کام ضرورت کے لیے نہیں' محض خود کو اذیت دینے کے لیے کیے جاتے ہیں۔" ارصم کی آواز پست اور درد انگیز تھی۔

"تم بہت بدل گئے ہو ارصم....." اس نے پلکیں جھپک کر آنسوؤں کو پینے کی کوشش کی۔

"پوچھ سکتا ہوں کہ کیا بدلا ہوں؟؟"

"تم نے تو کبھی اس طرح ٹینشن نہیں دی تھی مجھے۔" آنسو بغاوت کر کے پلکوں کی باڑ سے باہر نکل آئے۔ وہ اس کے سامنے نہ جانے کیوں کمزور پڑ جاتی تھی۔

"اور تم نے بھی کبھی اس طرح سے انکار نہیں کیا تھا مجھے....." اس نے بھی جھٹ سے گلہ کیا۔

"میں نے تمہیں ساری زندگی کے دکھ اور پچھتاوے سے بچایا تھا ارصم! جو فیصلے اپنے بڑوں کا دل دکھا کر کیے جائیں' وہ زندگی میں سکون کا باعث نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بنتے۔"

اس کی بات پر ارصم نے الجھ کر اس کا افسردہ چہرہ دیکھا۔ "تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔۔۔؟"

"میرے پاپا اور ڈیزی پھپھو کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ پاپا نے بے شک ایک بہترین میرڈ لائف گزاری، لیکن میں نے انہیں خاص ایونٹس پر ہمیشہ اداس ہی دیکھا، اپنے والد کی دل آزاری کی خلش ساری زندگی ان کے دل سے نہیں نکلی۔" اس کی بات پر ارصم کو ایک دم چپ سی لگ گئی۔

"ڈیزی پھپھو کو بھی آج تک بڑے ابا نے معاف نہیں کیا اور نہ جانے کیوں، مجھے لگتا ہے جیسے ان کی زندگی بھی کوئی ایسی خاص خوش گوار نہیں رہی ہوگی۔" اس نے مزید اضافہ کیا۔

"ضروری نہیں محبت کی ساری کہانیوں کا انجام ایسا ہی ہو۔۔۔" ارصم نے اس کی بات سے اختلاف کیا۔

"محبت کا نہ سہی لیکن بغاوت اور سرکشی سے کیے جانے والے فیصلوں کا انجام زیادہ تر یہی ہوتا ہے۔" اس کے سنجیدہ لہجے پر ارصم چپ ہو گیا۔ ان کی گاڑی اب گھر کے گیٹ تک پہنچ چکی تھی۔

"کیا ابھی تک ناراض ہو مجھ سے۔۔۔" اوریدا نے اسٹیئرنگ پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ بڑی محبت سے رکھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری ہوئی تھیں۔ ارصم بے چین ہوا۔

"تم سے نہیں میں خود سے خفا ہوں۔۔۔" اس کے ہاتھوں کے لمس نے اسے بے بس کیا۔

"میں تم سے الگ تو نہیں ہوں ارصم۔۔۔" آنسو پلکوں کی باڑ عبور کر کے اس کے گالوں تک پہنچ گئے۔

"اسی لیے تو کہتا ہوں، مجھ سے الگ رہ کر کیسے خوش رہو گی؟" اس نے ملتجی نظروں سے اس کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو کہ پلیز اپنا فیصلہ بدل دو۔

"لیکن میں بڑے ابا، اور سب لوگوں کو خفا کر کے بھی خوش نہیں رہ سکتی۔" اس کی بات پر ارصم پھیکے سے انداز میں مسکرایا، اوریدا کا مسئلہ اب اس کی سمجھ میں آیا تھا۔

وہ اپنی حساس طبیعت کی بنا پر کسی کو بھی دکھ نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس کی سسکیوں کی آواز گاڑی میں گونجنے لگی۔

"میرے سامنے رویا مت کرو اوریدا، مجھے لگتا ہے جیسے کوئی میری روح بدن سے کھینچ کر نکال رہا ہو۔" ایک زخمی سا تاثر اس کی نگاہوں میں اترا۔

"تم دنیا کے واحد بندے ہو جس کے سامنے میں اپنا کوئی بھی جذبہ نہیں چھپا سکتی۔۔۔" اس نے بازو سے اپنی آنکھوں کو بیدردی سے رگڑا۔

"محبت کرتی ہوں نا مجھ سے۔۔۔؟" ارصم نے پہلی دفعہ کھل کر پوچھا اس سے۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔۔۔" دنیا جہاں کی افسردگی اس کی بھیگی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ ارصم کو یوں لگا جیسے پورا سمندر اداس ہو۔

"کچھ سوال انسان کھل کر سانس لینے کے لیے کرتا ہے اور مجھے لگتا ہے جیسے میں بہت عرصے سے حبس زدہ موسم میں جی رہا ہوں۔ ہر سانس قیامت لگتی ہے اور ہر لمحہ ایسے لگتا ہے جیسے پل صراط پر چل رہا ہوں۔" اس کی بات سن کر اوریدا کا رکا ہوا دل پھر سے دھڑکنے لگا۔

"تو میں کون سی خوش ہوں، ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے پر کاٹ کر تپتی دھوپ میں پھینک دیا ہو۔" اوریدا نے اتنی دھیمی آواز میں کہا کہ وہ بمشکل سن پایا۔

"پتا نہیں کاتب تقدیر نے کیا لکھ دیا ہے ہماری قسمت کے خانوں میں۔۔۔" دونوں بوجھل قدموں کے ساتھ گاڑی سے اتر آئے۔

اوریدا اب بالکل خاموش تھی۔ جیسے ہی وہ بڑے ابا کے پورشن کے پاس پہنچے اندر کا دروازہ کھلا اور دھواں دھواں چہرے کے ساتھ بینش باہر نکلیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے حواسوں میں نہ ہوں۔ ارصم کو اوریدا کے ساتھ دیکھ کر وہ ایک پل کو ٹھٹکیں۔ جب کہ اوریدا نے ہراساں نظروں سے ارصم کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر دنیا جہاں کی بے زاری نے بسیرا کر لیا تھا۔

"السلام علیکم آنٹی۔۔۔!" اوریدا نے گھبرا کر بینش کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سلام کیا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو...؟" بینش کے نرم انداز پر وہ کچھ بوکھلائی اور اس نے بے یقین نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔ جو امید بھری نگاہوں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی دیکھ کر اوریدا کو خوف محسوس ہوا۔

"فائن... آپ کیسی ہیں..." اس نے بمشکل مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ میرے ساتھ چلو' تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے مجھے۔" بینش کے سنجیدہ لہجے پر اوریدا گڑبڑا سی گئی۔

"مجھ سے...؟" دنیا جہاں کا استعجاب اس کے لہجے میں سمٹ آیا۔

"لیکن اسے آپ کی کوئی بات نہیں سننی..." ارصم دو قدم آگے بڑھ کر اپنی ماں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے زاری سے بولا تو بینش کو شاک لگا۔ انہیں ساری زندگی جس لمحے کا خوف رہا تھا۔ وہ حقیقت بن کر ان کے سامنے آچکا تھا۔

"میں تم سے نہیں' اوریدا سے بات کر رہی ہوں..." بینش نے خود کو سنبھالتے ہوئے قدرے تحمل سے کہا۔

"میں بھی اسی کے متعلق بات کر رہا ہوں..." اس کے تلخ انداز پر اوریدا نے الجھ کر ماں بیٹے کا چہرہ دیکھا۔ ارصم کے چہرے پر بغاوت اور بینش کے ہر انداز سے شکست اور پسپائی عیاں تھی۔

"کیا ہو گیا ہے ارصم تمہیں..." اوریدا ماں' بیٹے کی بحث سے گھبرا گئی۔

"اپنی ماں پر اعتبار نہیں رہا اسے..." ان کے بھیگے لہجے پر اوریدا بے چین ہوئی۔

"چلیں آنٹی! آپ کی طرف بیٹھ کر بات کرتے ہیں..." اس نے فوراً ہی فیصلہ کیا۔ ارصم نے جھنجلا کر اوریدا کی طرف دیکھا۔

"اٹس ناٹ فیئر۔" وہ ناراض لہجے میں گویا ہوا۔

"میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں..." وہ آنٹی بینش کا سرد ہاتھ پکڑ کر ان کے پورشن کی طرف بڑھ گئی جب کہ ارصم ناراضی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ اسے نہ جانے کیوں اوریدا پر بے تحاشا غصہ آ رہا تھا۔



ڈاکٹر جلال پچھلے دو گھنٹے سے کڑے احتساب کے مرحلے سے گزر رہے تھے۔ بختاور سے اچانک ہونے والے اس سامنے نے ان کی ساری زندگی کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کی موت کی خبر نے بھی ان کی ناراضی کو ختم نہیں کیا تھا' لیکن آج اسے زندہ سلامت' انتہائی بری حالت میں دیکھ کر ان کا سارا غم و غصہ دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہو چکا تھا۔ کچھ بھی تھا' وہ ان کی اولاد تھی' ان کا اپنا خون۔ وہ چاہ کر بھی اسے اپنے ذہن سے نہیں جھٹک پا رہے تھے۔

"وہ زندہ تھی تو اس نے ان سے دوبارہ رابطہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" اس سوال کو سوچ سوچ کر ان کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔

"وہ بھی تو تمہاری ہی بیٹی ہے' ضد اور انا والی... تم نے اسے دل سے نکالا اور وہ تمہاری زندگی سے نکل گئی ہمیشہ کے لیے۔" ان کے اندر سے کوئی آواز آئی تھی جسے سنتے ہی ان کے مضبوط اعصاب تڑخ سے گئے۔

"آپ نے ساری زندگی ڈکٹیٹر بن کر فیصلے کیے' کبھی تو ایک باپ کی حیثیت سے اپنی اولاد کے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔" تیمور کا بہت سال پہلے غصے میں کہا گیا جملہ' ان کی یادداشت کی اسکرین پر ابھرا اور ان کا سارا سکون درہم برہم کر گیا۔

"آپ نے اپنی انا کی خاطر میری ساری زندگی کو داؤ پر لگا دیا۔ تیمور بھائی اور ڈیزی باجی کے فیصلوں کی سزا مجھے کیوں دی؟" طیبہ کا ناراض لہجہ ان کی سماعت سے ٹکرایا اور انہیں بے چین کر گیا۔

"کاش آپ سب لوگ ایک دوسرے کو معاف کر دیں تو کتنی زندگیاں پُرسکون اور جینا آسان ہو جائے۔ یہ بات مشکل سہی' لیکن ناممکن نہیں ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بڑے ابا۔" اور یہ اک بات بھی انہیں اسی ظالم لمحے میں یاد آئی۔ انہوں نے گہرے سانس بھر کر اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"ساری زندگی خود بھی اذیت میں گزاری اور اپنے بچوں سے بھی ان کی خوشیاں چھین لیں۔" ان کا ضمیر استہزائیہ انداز میں ان پر ہنسا۔

"میں نے تو اپنے بچوں کو غلط فیصلوں سے بچانے کی کوشش کی تھی۔" انہوں نے خود کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

"تمہارے بچوں نے غلط فیصلوں کے ساتھ بھی خوش حال زندگی بسر کی اور تم ساری زندگی اپنی انا کے جلتے انگاروں پر کھڑے کڑھتے رہے۔" ایک اور بے باک سی آواز ان کے اندر سے ابھری اور وہ اپنا سر تھام کر مسہری پر بیٹھ گئے۔

مختلف آوازوں کے ہجوم میں وہ اکیلے لڑتے لڑتے نڈھال ہو چکے تھے۔ ضمیر کی عدالت میں ان کا ہر غلط فیصلہ ان کے سامنے آ کر ان کا منہ چڑا رہا تھا۔ انہیں آہستہ آہستہ وہ ساری باتیں اور چیزیں سمجھ میں آ رہی تھیں جنہیں سمجھنے کی انہوں نے کبھی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

شائستہ بیگم آہستگی سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں تو ڈاکٹر جلال کو دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے بے بس انداز میں بیٹھے دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"کیا ہوا آپ کو؟ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں؟" انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔

سائیڈ میز پر ڈاکٹر جلال کی چائے جوں کی توں رکھی ہوئی تھی اور اس پر جمی بالائی کی تہہ بھی سیاہ ہو چکی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنی ارد گرد کی دنیا سے بے خبر بیٹھے ہوں۔

"کیا... کہا تم نے...؟" وہ غائب دماغی کے عالم میں اپنی بیوی کو دیکھنے لگے۔ پہلی دفعہ انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے اپنے ساتھ ساتھ ان کی ممتا پر کتنا بڑا ظلم کیا تھا۔ ساری زندگی وہ تیمور اور ڈیزی کے لیے تڑپتی رہیں، لیکن ان کی دل آزاری کے خوف سے اپنے منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا۔

"ہوا کیا ہے آپ کو؟ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں...؟" وہ گھبرا گئیں۔

"کچھ نہیں...۔" انہوں نے اپنی عینک اتار کر سائیڈ میز پر رکھتے ہوئے بات بدلی۔ "تم گئیں نہیں عدینہ کی ماں کو دیکھنے...؟"

"بس جا رہی تھی، آپ نہیں چلیں گے...؟" وہ فکر مندی سے انہیں دیکھتے ہوئے بولیں۔

"نہیں، میرے اندر ہمت نہیں ہے...۔" ڈاکٹر جلال کے تھکے تھکے لہجے پر وہ چونک گئیں۔

"کیا ہوا؟ تھک گئے ہیں کیا؟"

"ہاں... بہت زیادہ...۔" انہوں نے نڈھال انداز میں بیڈ سے ٹیک لگائی اور آنکھیں بند کر لیں۔ ان کے چہرے پر پھیلی اذیت صاف پڑھی جا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼ ☼

"وہ میری زندگی کے بد ترین دن تھے...۔"

ہاشم نے لمبی سانس لے کر اپنی بیٹی کے سامنے ماضی کا پردہ چاک کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ وہ کمبل اٹھا کر کاؤچ پر آ کر لیٹ گئے۔ جب کہ شانزے کافی کا بڑا سا مگ لے کر فلور کشن پر بیٹھ چکی تھی۔

ماہیر کے سمجھانے پر شانزے نے ہاشم کو اپنی صفائی کا موقع دے ہی دیا تھا۔ جب کہ ہاشم اس وقت آنکھیں بند کیے کسی اور ہی دنیا میں پہنچے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ بھی بہت کچھ اپنے سینے میں چھپائے تھک چکے ہوں۔

"میرا سارا وجود گناہوں میں لتھڑا... اور ہر قدم گمراہی کی دلدل میں دھنسا ہوا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے اللہ نے میری رسی دراز کر رکھی ہو۔" ہاشم کی بات پر شانزے کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی۔

"میں ان دنوں کو سوچتا ہوں تو اپنے آپ سے گھن آنے لگتی ہے مجھے۔" اپنے باپ کی تلخ زندگی کے بارے میں سنتے ہوئے اسے کافی کی کڑواہٹ کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ اس وقت اس کا سارا وجود مجسم سماعت

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بنا ہوا تھا۔

''آپ نے یہ کیوں کہا تھا کسی کے لہجے میں چھلکتے غرور کی سزا دینے کے لیے مجھے چن لیا گیا تھا۔'' شانزے کا ذہن ابھی تک اسی بات میں الجھا ہوا تھا۔ ہاشم کے لبوں پر ایک افسردہ سی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

''بعض دفعہ انسان دانستہ یا غیر دانستہ طور پر بڑی بڑی باتیں کر جاتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ کئی دفعہ آپ کے کہے گئے لفظوں کا تاوان آپ کی اولاد کو بھی بھرنا پڑ سکتا ہے' اللہ کے ہاں کسی کی دل آزاری کی پکڑ بہت شدید بھی ہو سکتی ہے۔'' ہاشم کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔

''آپ کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟'' اس نے فوراً بات کاٹی۔

''تھا ایک شخص' جس کو لگتا تھا وہ علم و فضل کا خزانہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے' جس کا یہ خیال تھا کہ کچھ لوگوں پر اللہ کا خصوصی کرم ہوتا ہے' وہ یہ بھول گیا تھا کہ اللہ جن لوگوں کو بے تحاشا نوازتا ہے۔ ان پر بھاری ذمے داری بھی عائد ہو جاتی ہے' ان کی ذرا سی لغزش پر ان سے یہ سب چھن بھی سکتا ہے۔'' شانزے کو اپنے باپ کی آواز کسی گہرے کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''بتائیں نا' کون تھا وہ شخص...؟'' شانزے نے الجھن بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

''میرا باپ...'' ہاشم کے منہ سے نکلنے والے ان الفاظ نے اسے ہکا بکا کر دیا۔

''کون...؟ آپ کے فادر...؟'' شانزے کو اپنی سماعت پر شک ہوا۔

''کیا مطلب...'' وہ الجھن کا شکار ہوئی۔ ''میرے دادا کا شمار تو اپنے شہر بلکہ ملک کے بہترین علماء کرام میں ہوتا تھا۔''

''ہاں تو میں نے کب انکار کیا' لیکن علامہ اقبال کہتے ہیں ''نعمت کے مطابق انسان کو ظرف نصیب نہ ہو تو نعمت لعنت بن جاتی ہے۔'' ان کی بات شانزے کی سمجھ میں بالکل نہیں آئی۔

''تمہارے دادا نے مصر کی ایک مشہور و معروف یونیورسٹی سے فقہ اور حدیث میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی تھی اور انہیں اس بات کا خاصا زعم تھا کہ وہ نہ صرف عالم فاضل ہیں بلکہ ان کا شجرہ نسب سادات فیملی کے ایک مشہور و معروف بزرگ سے جا ملتا ہے۔'' ہاشم نے ایک لمبی سانس لے کر اپنے ماضی سے پردہ اٹھایا۔

''تو...؟'' شانزے نے ناسمجھی کے عالم میں انہیں دیکھا۔

''پھر ان سے بھی ایک ایسی غلطی ہوئی جس نے انہیں آسمان سے زمین پر لا پٹخا۔'' ان کی پیشانی پر گہری سلوٹیں نمودار ہوئیں۔

''کیسی غلطی...؟''

''اپنے ہم منصب اور ہم مرتبہ دوست کی دل آزاری کی...'' ہاشم نے ایک بہت پرانی گرہ کھولی۔

''وہ کیسے...؟''

''بہت سال پرانی بات ہے۔ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ختم القرآن کی ایک تقریب میں' میں بابا کے ساتھ زبردستی چلا گیا' جہاں ہر مکتبہ فکر کے علما کرام اکٹھے تھے۔ ایک مولانا صاحب نے مجھے پیار کرتے ہوئے بابا سے پوچھا کیا آپ کا یہ بیٹا بھی حافظ قرآن بن کر فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کرے گا؟ ان کے لہجے میں رشک ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

'' پتا ہے' بابا نے اس بات کے جواب میں کیا کہا...؟'' انہوں نے شانزے کو تجسس میں مبتلا کیا تو اس نے جھٹ سے نفی میں سر ہلا دیا۔

''بابا نے کہا' ظاہر سی بات ہے۔ چراغ تلے اندھیرا تو ہو نہیں سکتا۔ کم از کم مفتی ابراہیم کا بیٹا بھانڈ اور میراثی بن کر باپ کا نام تو نہیں ڈبوئے گا۔''

''انہوں نے ایسی بات کیوں کی...؟'' وہ حیران ہوئی۔

''کیونکہ ان مولانا صاحب کا اکلوتا بیٹا میوزیکل بینڈ بنا کر شہر میں ہونے والی تقریبات میں گانے گایا کرتا تھا اور بابا کی اس بات پر اسٹیج پر بیٹھے تمام علما کرام ہنس پڑے اور ان مولانا صاحب کا مذاق اڑانے لگے۔ ان کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

چہرہ سرخ ہوگیا اور وہ تقریب کے آغاز میں ہی اسٹیج سے اتر کر اپنے گھر چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد بھی سب ہی لوگ ان پر ہنستے رہے۔" ان کی بات نے شانزے کو گڑبڑا دیا۔

"مجھے آج بھی ان مولانا صاحب کے چہرے پر پھیلی شرمندگی اور بے بسی جب کہ بابا کے لہجے میں چھپا غرور اور زعم نہیں بھولتا' شاید یہی بات اللہ کو ناگوار گزری۔ وقت نے ثابت کردیا کہ ان کا بیٹا تو صرف سنگر بنا تھا جب کہ مفتی ابراہیم کے بیٹے نے تو انہیں جیتے جی سر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔" ہاشم آج اپنی اکلوتی بیٹی کی عدالت میں ہر چیز کھول کر بیان کررہے تھے۔ ہاشم کی آنکھوں میں نمکین پانی اکٹھا ہونے لگا۔

"پھر کیا ہوا....؟" شانزے کو پریشانی لاحق ہوئی اور پہلی دفعہ اپنے باپ سے ہمدردی بھی۔

"میں جو قرآن پاک کے کچھ سیپارے حفظ کرچکا تھا' میرا دل ایک دم ہی اچاٹ ہوگیا۔ حفظ شدہ کلام بھولنے لگا اور ایک وقت ایسا آگیا کہ میں نے مزید قرآن پاک حفظ کرنے سے صاف انکار کردیا۔ وہ رات قیامت کی رات تھی۔ بابا نے مجھے خوب مارا اور میں اگلے دن گھر چھوڑ کر لاہور بھاگ گیا....." ہاشم کی بات پر اس کا منہ کھل گیا۔

"او مائی گاڈ.... پھر کیا ہوا....؟"

"میں اپنے والد کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی اولاد تھا۔ پندرہ دن لاہور میں گھومتا رہا۔ بھوک لگتی تو کسی مزار پر لنگر کا کھانا کھالیتا اور میری ماں میرے غم میں بیمار پڑی تو بابا اور بھائی مجھے ڈھونڈ کر گھر لے آئے' لیکن میرا دل نماز میں نہیں لگتا تھا اور بابا میرے ساتھ زبردستی کرتے' اس طرح وقت گزرتا گیا اور میں نے میٹرک کرلیا' لیکن میری آئے دن کی شکایتوں اور لڑائی جھگڑوں سے تنگ آکر بابا نے ایک دوست کے مشورے پر مجھے امریکا بھجوا دیا جہاں میں نے اپنی اگلی اسٹڈیز کا آغاز کردیا۔"

"اوہ....." شانزے تھوڑا سا ان کے اور قریب آکر بیٹھ گئی۔

"امریکا میں کچھ ایسے لڑکوں سے میری دوستی ہوگئی جو دنیا کے کسی دین یا مذہب کو نہیں مانتے تھے۔ میں ان کی خوشنما' خیالی باتوں کے جال میں پھنس گیا۔ کچے ذہن میں وہ غلط عقائد پختہ ہوتے گئے اور کچھ سال بعد جب میں گریجویشن کرکے واپس آیا تو بالکل بدل چکا تھا۔"

"اوہ.... پھر کیا ہوا....؟" شانزے کو ایک دم اس قصے میں دلچسپی محسوس ہوئی۔

"میں بابا اور اپنے بھائیوں کے عقائد اور نظریات سے اختلاف کرنے لگا اور میرے والد کے پیروں سے زمین اس دن نکلی' جب اپنے مدرسے کے باہر میرا ایک مخالف گروپ کے بندے سے ایک مذہبی بحث میں جھگڑا ہوگیا' جس نے پورے شہر میں میرے ملحد ہونے کی خبر پھیلا دی اور شہر بھر کی دیواروں پر میرے اور میرے باپ کے خلاف پوسٹرز لگا دیے گئے۔" ہاشم کی بات پر شانزے کا سانس رکا۔

"اوہ نو....!" شانزے پریشان ہوئی۔

"والد صاحب اور میرے بڑے بھائیوں نے مجھے راہ راست پر لانے کی بہت کوشش کی' لیکن میں اپنے ملحدانہ نظریات سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔ لوگوں کے تمسخرانہ جملوں اور میری وجہ سے ہونے والی رسوائی نے والد صاحب کو بیمار کردیا' وہ کئی کئی گھنٹے تلاوت کرتے اور اللہ سے اپنے نادانستگی میں کیے گئے گناہوں پر توبہ کرتے۔" ہاشم کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھری۔

"بابا سراپا بدل گئے تھے' ایک اتنا بڑا عالم دین' اسکالر بندہ اپنے بیٹے کے عقائد کی درستی کے لیے اپنے مختلف دوستوں سے رجوع کرنے لگا۔" شانزے کئی ثانیے بنا پلک جھپکے انہیں دیکھنے لگی۔

"وہاں سے کام نہیں بنا تو عالموں اور پیروں کے آستانوں پر حاضریاں دینے لگا' اور تب بھی کچھ نہ بنا تو مجھے میرا حصہ دے کر فارغ کردیا۔ اس کے بعد بابا نے لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا۔ ان کا سارا طنطنہ ان کی ایک اولاد نے ختم کردیا تھا۔ کتنا بدنصیب تھا میں...." ہاشم کی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آواز بھر آگئی۔

"میری ذہنی پراگندگی بڑھتی ہی جارہی تھی' دنیا کی کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں مجھے سکون ملتا۔ تنگ آکر میں نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا اور لوگوں کی خدمت کرکے اپنا اضطراب ختم کرنے کی کوشش کرتا۔ میری اپنی ہی فلاسفی تھی' کوئی دلیل اور منطق میرے دل پر اثر نہیں کرتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اللہ نے میرے دل پر مہر لگادی ہو....."

وہ بات کرتے کرتے خلا میں گھورنے لگے اور پورے کمرے میں بوجھل سی خاموشی کا راج ہوگیا۔



اوریدا ایک ٹک انہیں دیکھ رہی تھی.....

بینش کی آنکھیں متورم' چہرہ بجھا ہوا اور بال آپس میں الجھے ہوئے تھے۔ ملگجے اور سلوٹوں سے بھرے ہوئے لباس میں وہ اس وقت ایک بھٹکی ہوئی روح کی مانند لگ رہی تھیں۔ اپنے گردوپیش سے بیگانہ وہ دیوار سے ٹیک لگائے ایسے بیٹھی تھیں جیسے کوئی عورت ریلوے اسٹیشن پر لیٹ پہنچی ہو اور اس کی ٹرین اس سے چھوٹ گئی ہو اور اب اگلی ٹرین کا انتظار اسے محال لگ رہا ہو۔

اوریدا کو یقین آگیا تھا کہ وقت کے ہاتھ بہت بے رحم ہوتے ہیں۔ ہر شخص کو اپنے کیے کی کچھ سزا دنیا میں بھی بھگتنی پڑتی ہے۔

"تم سمجھاؤ اسے' اپنی زندگی خراب نہ کرے۔ تمہاری بات تو مانتا ہے وہ....." رت جگوں کی ماری بینش تھکن سے چور لہجے میں بولیں تو اوریدا کو کرنٹ سا لگا' وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بینش کبھی اس سے اس قسم کی بات بھی کرسکتی ہیں۔ وہ گونگوں کی طرح ان کا منہ دیکھنے لگی۔

"خفا ہوگیا ہے وہ مجھ سے' نفرت کرنے لگا ہے وہ اپنی ماں سے۔ اسے لگتا ہے میں اس دنیا کی سب سے بری عورت ہوں۔" وہ گویا دیوانگی کے عالم میں خود کلامی کرتے ہوئے رونے لگیں۔

"اسے کہو' وہ اپنی ماں کی زندگی کا واحد اثاثہ ہے۔ اگر یونہی خفا رہا تو میرا سانس بند ہوجائے گا۔" ہچکیوں کے دوران وہ بے ربط جملے بولنے لگیں۔

"آپ پریشان نہ ہو آنٹی' میں نے کافی سمجھایا ہے اسے....." اوریدا نے محتاط انداز میں انہیں تسلی دینے کی کوشش کی۔

"لوگ کیا کہیں گے بینش حماد اپنے ایک بیٹے کی پرورش بھی ڈھنگ سے نہ کرسکی' اس کے لیے میں نے اپنی ساری زندگی داؤ پر لگادی' وہ مجھے کہتا ہے کہ میں سائیکو پیشنٹ ہوں اور مجھے ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے۔" اوریدا کو ان کی حالت خاصی قابل رحم لگی۔

"ٹھیک ہوجائے گا وہ آنٹی' آپ کیوں پریشان ہورہی ہیں....." اوریدا لاشعوری طور پر اٹھ کر ان کے پاس آگئی۔ اس نے جیسے ہی بینش کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بے ساختہ اس کے گلے لگ گئیں۔ اوریدا کچھ لمحوں کے لیے بالکل ہی ساکت رہ گئی۔

"اسے بتاؤ' میری زندگی کی واحد جمع پونجی ہے وہ' میں کیسے اسے برباد ہوتے ہوئے دیکھ سکتی ہوں۔" وہ اونچی آواز میں رونے لگیں۔

"کچھ نہیں ہوگا اسے' مان جائے گا وہ....." اوریدا نے انہیں دلاسا دینے کی کوشش کی۔

"میری زندگی میں اس کے اور آغا جی کے سوا ہے ہی کون' کیوں اذیت دے رہا ہے وہ مجھے۔" اوریدا کی آنکھیں بھی دھندلا گئیں۔ ان کی ذہنی رو ایک دفعہ پھر بھٹک گئی تھی۔

"اللہ نے سزا دی ہے مجھے' میں نے تایا ابا کا دل ان کے اکلوتے بیٹے کی نفرت سے بھر دیا تھا اور آج تقدیر نے میرے بیٹے کو مجھ سے بدگمان کردیا۔" وہ اس وقت خود احتسابی کے کڑے مراحل سے گزر رہی تھیں۔

"اللہ بہتر کرے گا' آپ ریلیکس رہیں پلیز....." اوریدا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ انہیں کس طرح تسلی دے۔

"اللہ کیوں بہتر کرے گا' میں نے تھوڑے لوگوں کا دل دکھایا ہے۔ پتا نہیں کس کی آہ لگی ہے مجھے....." وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

خود ترسی کا شکار ہوئیں۔

"ارصم آپ سے زیادہ دیر خفا رہ ہی نہیں سکتا' آپ میری بات کا یقین کریں۔" اوریدا نے نرمی سے ان کے بکھرے ہوئے بال سمیٹے۔

"تم مجھے معاف کردو گی تو اس کا دل بھی صاف ہو جائے گا۔" انہوں نے ایک دم ہی اس کے آگے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اوریدا کو کرنٹ سا لگا۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں آنٹی' آپ میرے لیے ماں جیسی ہیں۔ بھلا مائیں بھی اپنی بیٹیوں سے معافی مانگتی ہیں۔" اوریدا نے بے اختیار ان کے ہاتھ کا بوسا لیا۔ بینش اس کا بازو پکڑے بے یقینی سے دیکھنے لگیں۔

"تم بہت اچھی لڑکی ہو' میں نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔" وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"آپ بھی بہت اچھی ہیں۔" اوریدا نے اپنے ہاتھ سے ان کے آنسو پونچھے۔

"مجھے معلوم ہے تم محض میرا دل خوش کرنے کو ایسا کہہ رہی ہو۔" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائیں۔

"ایسا نہیں ہے' آپ مجھ پر ٹرسٹ کریں۔" وہ تھوڑی سی شرمندہ ہوئی۔

"تم پر اعتبار تھا تو اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا ہے تمہارے ساتھ۔" انہوں نے تھوڑا سا خود کو سنبھالا۔

"میرا آپ سے وعدہ ہے' ارصم خود آ کر آپ سے معافی مانگے گا اور وہی کرے گا جو آپ چاہیں گی۔" اوریدا کی بات پر بینش نے بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو نا۔۔۔؟" وہ ابھی بھی بے اعتبار تھیں۔ بیٹے کی بے رخی اور نفرت نے انہیں اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اوریدا نے ان کا ہاتھ ہلکا سا دبا کر انہیں یقین دلانے کی کوشش کی۔

"میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی۔" بینش کی بات پر اوریدا ان کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

"اوہ میرے خدا! آپ سب کچھ جانتے تھے۔۔۔"

عدینہ سخت تعجب اور بے یقینی سے عبداللہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ جو اس کی حیرانی پر مسکرا رہا تھا۔

وہ دونوں اس وقت اسپتال کے ایک کیفے ٹیریا سے اپنے لیے جوس خرید کر آپا صالحہ کے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آپا صالحہ کی طبیعت کافی بہتر تھی اور اسی وجہ سے وہ دونوں اس طرف نکل آئے۔ راستے میں عدینہ نے اسے آپا کے ماضی کی داستان "مختصراً" سنائی۔ وہ خاموشی سے کوئی بھی لقمہ دیے بغیر اس کی بات سنتا رہا' یہ اس کی عادت تھی' وہ عدینہ کی چھوٹی سے چھوٹی اور عام بات بھی بہت غور سے سنتا تھا۔

"آپ کو یہ سب جان کر حیرت نہیں ہوئی۔۔۔؟" عدینہ نے سوالیہ انداز سے اس کی جانب دیکھا۔

"نہیں۔۔۔" یک لفظی جواب نے اسے حیران کیا۔

"کیوں۔۔۔؟" وہ شرمندہ ہوئی۔

"اس لیے کہ میں یہ سب پہلے سے جانتا تھا۔" اس کے پرسکون لہجے پر عدینہ کے قدم جہاں تھے' وہیں تھم گئے۔

"کب سے۔۔۔؟" وہ بغیر پلکیں جھپکائے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"بہت سالوں سے۔۔۔" اس نے بڑے مزے سے جواب دیا۔

"تو آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔۔۔؟" وہ ایک دم خفا ہوئی۔

"تم تو میرے سائے سے بھی دور بھاگتی تھیں' ذرا یاد کرو پھر کس طرح بتاتا۔" عبداللہ کے شرارتی لہجے پر عدینہ جھینپ کر چپ ہو گئی۔ اس کے لبوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ بکھری۔

"آپ کو کس نے بتائی تھیں یہ ساری باتیں۔۔۔؟" عدینہ نے جلدی سے موضوع بدلا۔

"آپا نے خود۔" عبداللہ کے جواب پر اسے ایک دفعہ پھر کرنٹ سا لگا۔ وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس نے تعجب بھرے انداز سے اس شخص کی طرف دیکھا جو اسے اپنی ماں کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ پیارا تھا۔

"کب اور کس وقت۔۔۔؟" عدینہ بے تابی سے گویا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہوئی۔

"جب تمہارے اور میرے پرپوزل کی بات چلی تھی تو تمہارے بابا اور آپا نے مجھے بٹھا کر ایک ایک بات بتائی تھی تاکہ مستقبل میں، تمہیں اس حوالے سے کوئی پریشانی نہ ہو۔" عبداللہ کی وضاحت پر اس کے اعصاب پرسکون ہوئے۔

"لیکن میں یہ ہرگز نہیں جانتا تھا کہ آپا کے والد ڈاکٹر جلال ہیں اور اوریدا ان کی بھتیجی ہے۔" عبداللہ نے صاف گوئی سے اعتراف کیا۔

"ہاں آپا بھی نہیں جانتیں، میں اس حقیقت سے واقف ہوں۔" اس نے بھی لاپروائی سے کہا۔

"ویسے ڈاکٹر جلال کے گھر سے ابھی تک کوئی آیا کیوں نہیں؟" عبداللہ کی بات نے اسے تشویش میں مبتلا کیا۔

"بڑے ابا کی خاموشی تو کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی ہے مجھے۔" عدینہ ٹھیک ٹھاک پریشان ہوئی۔

"بات بھی تو چھوٹی نہیں ہے۔ انہیں سنبھلنے میں کچھ ٹائم تو لگے گا۔" عبداللہ نے نرم لہجے میں دلاسا دیا۔ "تم اوریدا کو فون کرو، ہو سکتا ہے انہوں نے گھر جا کر کوئی نہ کوئی بات کی ہو۔" اس نے مزید مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں کر سکتی، ڈر لگ رہا ہے مجھے۔" اس کی بات پر وہ حیران ہوا۔

"تم اتنی ڈرپوک لگتی تو نہیں ہو، میری سانسیں تو ہر وقت سولی پر لٹکائے رکھتی تھیں۔" عبداللہ کی بات پر وہ بے ساختہ مسکرائی۔ نکاح کے بعد عبداللہ کی ہلکی پھلکی سی چھیڑ چھاڑ اسے مزا دیتی تھی۔

وہ دونوں چلتے چلتے آپا صالحہ کے کمرے تک پہنچ چکے تھے۔ جیسے ہی دروازہ کھولا تو سامنے مونا اور بے بے کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ مونا ایک دن پہلے ہی اپنے والدین سے ملنے حویلیاں شہر گئی تھی اور آپا صالحہ کی سرجری کی اطلاع اسے بے بے نے دی تو وہ فوراً" ہی ان کے ساتھ راولپنڈی پہنچ گئی۔

"بہت بری ہیں عدینہ باجی آپ، کم از کم آپا کے آپریشن کی اطلاع تو کر دیتیں۔" مونا نے اس کی طرف دیکھتے ہی شکوہ کیا، وہ جو بے بے کے گلے لگی ہوئی تھی اس کی بات سن کر مسکرا دی۔ آپا صالحہ کے ڈرپ لگی ہوئی تھی اور کمزوری اور نقاہت ان کے وجود سے عیاں تھی۔

"آپا کی طبیعت ہی اتنی اچانک خراب ہوئی کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔" عدینہ نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی اور وہ ہو بھی گئی۔



وہ انکشافات کی رات تھی۔ باپ بیٹی کے درمیان فاصلے کافی حد تک سمٹ گئے تھے۔ اس میں زیادہ ہاتھ ہاشم کا تھا۔ اس وقت شانزے بے تکلفی سے باپ کے کندھے سے سر ٹکائے ان کی داستان حیات سن رہی تھی۔

"میری مدر سے آپ کا رابطہ کیسے ہوا۔" شانزے نے اپنے ذہن میں لگی بے شمار گرہوں کو کھولنے کے لیے پوچھا۔

"یونیورسٹی میں۔۔۔" وہ مبہم انداز میں مسکرائے۔

"اسے میری انسانیت کی خدمت کی باتیں اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کیے گئے چھوٹے چھوٹے اقدامات بہت اچھے لگتے تھے۔ بہت معصوم تھی وہ، جو میری ظاہری شخصیت کو دیکھ کر متاثر ہو گئی۔" ان کی آنکھوں سے کرب چھلکا۔

"اس نے میری خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دیا اور میں نے نتیجے میں اس سے سب کچھ چھین لیا، اس کی خوشیاں، اس کے رشتے، اس کا اعتماد، اس کا بھروسا کوئی چیز بھی سلامت نہیں رہنے دی۔" وہ اپنی آواز میں کپکپاہٹ کو چھپا نہیں پائے۔

"لیکن جب میں نے اس سے اس کا مذہب اور اس کا اللہ چھیننا چاہا تو اس کمزور لڑکی میں پہاڑ جیسی طاقت آ گئی۔ میری محبت، میری ناراضی اور میری کوئی دلیل بھی اس کے پائے استقلال میں لغزش نہیں لا سکی، اس نے مجھ پر اور مجھ سے وابستہ ہر چیز پر لعنت بھیجی اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔" ہاشم کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہوئے' شانزے آگے بڑھ کر اپنے باپ کا ہاتھ نرمی سے سہلانے لگی۔

"آپ کے دینی نظریات میں تبدیلی کیسے آئی؟"

"جن دنوں میں باہر تھا تو میری ایک امریکن لڑکے سیموئیل سے بہت زیادہ دوستی تھی اور مجھے اپنے مذہب سے اس طرف لانے والا بھی وہی تھا۔ وہ ایک غیر ملکی تنظیم سے وابستہ تھا جو ان ہی عقائد کا پرچار کرتی تھی۔ سیموئیل ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پاکستان آگیا اور اچانک ہی اس کی مجھ سے ملاقات ہوگئی۔ اس کا کہنا تھا کہ یہاں کے لوگوں کی ترقی کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ان کا مذہب ہے اور ہمیں لوگوں کو راہ راست پر لانا چاہیے کیونکہ یہ بھی انسانیت کی ایک بڑی خدمت ہے۔" ہاشم نے تفصیل سے بتایا۔

"پھر آپ لوگوں نے اس سلسلے میں کیا کیا؟" شانزے کو تجسس ہوا۔

"میں نے اس کے ساتھ مل کر ایک پبلشنگ ادارہ قائم کیا جہاں ہم اسلام کے خلاف لٹریچر شائع کرتے تھے اور ہمیں فنڈنگ باہر کی ایک این جی او سے ہوتی تھی۔" ہاشم کے لہجے میں پشیمانی کا ایک سمندر بہہ نکلا۔

"آپ کو میری مدر نے منع نہیں کیا۔۔۔؟" شانزے کے منہ سے پھسلا۔

"اس نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کی۔ شور مچایا' جھگڑا کیا اور جب مکمل طور پر مایوس ہوگئی تو میری زندگی سے نکلنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور راستہ ہی نہیں تھا۔" ہاشم نے لاشعور طور پر بختاور کی طرف داری کی۔ شانزے کو پہلی دفعہ اپنی ماں سے ہمدردی محسوس ہوئی ورنہ وہ ہمیشہ ہی انہیں موردالزام ٹھہراتی آئی تھی۔

"لیکن یہاں پر تو مشہور تھا کہ آپ کو قتل کر دیا گیا۔۔۔؟" شانزے نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"دراصل میں' امریکا میں ایک مسلمان سیاہ فام سے میری دینی بحث کے دوران ٹھیک ٹھاک ہاتھا پائی ہوئی تھی اور اس نے چاقو سے وار کر کے مجھے زخمی کر دیا۔ اپنی طرف سے تو وہ مجھے مار کر سڑک پر پھینک کر چلا گیا۔ میرے کچھ دوست سمجھے کہ میں مر چکا ہوں' انہوں نے اسپتال لے جانے سے پہلے ہی پاکستان فون کر کے میرے مرنے کی اطلاع دے دی' لیکن اللہ نے شاید مجھ سے کوئی خاص کام لینا تھا اس لیے بچالیا۔" انہوں نے تفصیل سے اس واقعے پر روشنی ڈالی۔

"ویسے بھی بختاور کے چلے جانے کے بعد میرا سب رشتوں سے ہی اعتبار اٹھ گیا تھا۔ مجھے علم تھا کہ میرے نظریات کی بنا پر میرے خاندان والے مجھ سے نفرت کرتے ہیں اس لیے میں نے اس بات کی تردید کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی۔" انہوں نے مزید بتایا۔

"پھر آپ کو اس حقیقت کا ادراک کیسے ہوا کہ آپ ایک غلط راہ پر چل رہے ہیں؟" شانزے نے سانس روک کر پوچھا۔

"بہت سال کے بعد' جب تمہاری ماں مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور ہمارے پبلشنگ ادارے میں آگ لگ گئی تو میں اور سیموئیل دوبارہ امریکا چلے گئے۔ وہاں جا کر اسی تنظیم سے وابستہ ہوگئے اور دن رات اس کے لیے کام کرنے لگے۔ اسی سلسلے میں ہم لوگ انڈونیشیا گئے ہوئے تھے جب وہاں پر آنے والے ایک زلزلے نے میری ساری کائنات ہی بدل کر رکھ دی۔" ہاشم کے چہرے پر ایک ناقابل بیان تاثر ابھرا۔

"وہ کس طرح۔۔۔؟" شانزے ہمہ تن گوش تھی۔

"جب زلزلہ آیا تو میں ایک پانچ منزلہ عمارت کے نیچے دب گیا' بھاری سلوں' اینٹوں اور وزن کے نیچے دب کر میری سمجھ میں وہ بات آئی جو ایک عالم دین کا بیٹا ہو کر ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھ کر میرا دل ماننے سے انکاری تھا۔ میں پورے تین دن ملبے میں دبا رو رو کر اس ہستی کو پکارتا رہا جس کے وجود سے میں پورے سولہ سال انکاری رہا۔ مجھے پہلی دفعہ احساس ہوا' اس کائنات کو بنانے والا اللہ ہے اور انسانیت کا سب سے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بڑا مذہب تو درحقیقت اسلام ہے۔" ہاشم کی آنکھوں سے ——— آنسو بہنے لگے۔ شرمندگی' پچھتاوا' تاسف کیا کچھ نہیں تھا ان کے لہجے میں۔

"وہ تین راتیں نہیں' تین صدیاں تھیں۔ میرے حلق تک مٹی ہی مٹی تھی اور میں بھوکا پیاسا' چھتیس گھنٹے لگاتار اللہ سے معافیاں مانگتا رہا۔ میرے سارے گناہ ایک ایک کر کے میرے سامنے آنے لگے اور میں نے تب اللہ سے ایک عہد کیا.....'' وہ بات کرتے کرتے رکے۔

"کیسا عہد.....؟" شانزے نے سوالیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"یہی کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو اپنی ساری زندگی اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کر دوں گا اور اس کے بعد وہ معجزہ ہوا جس کو آج بھی سوچوں تو میری عقل ماننے سے انکاری ہے' امدادی ٹیمیں جن لوگوں کو زندہ سلامت باہر نکالنے میں کامیاب ہوئیں ان میں سے ایک میں بھی تھا۔" ہاشم بولتے بولتے تھک گئے تو انہوں نے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"پھر کیا ہوا.....؟" وہ پریشان ہوئی۔

"میرے جسم میں کئی فریکچر ہو چکے تھے' میں اگلے چھ ماہ اسپتال میں رہا' لیکن اس وقت میرے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔" ہاشم کا لہجہ نم ہوا۔

"میں نے سولہ سالہ جو گمراہی میں بسر کیے تھے اگلے سولہ سال ان کا مداوا کرنے میں گزار دیے۔ اپنے مذہب اسلام کے بارے میں جتنا علم حاصل کرتا جاتا اتنا ہی شرمندگی کے گڑھے میں گرتا جاتا۔ میں نے اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی جہاں سے میرے والد صاحب نے کی تھی۔ میں نے سولہ سال سر اٹھا کر نہیں دیکھا اور اپنی ذات کو دین کے فروغ کے لیے وقف کر دیا۔ شاید میرے والد صاحب اور بختاور کی دعا قبول ہو گئی تھی جو وہ میری ہدایت کے لیے کرتے تھے۔"

"اس عرصے میں آپ کو کبھی میرا خیال نہیں آیا.....؟" شانزے نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

"سچ پوچھو تو بہت دفعہ آیا اور پھر خیال آتا کہ تم مجھ سے بہتر ہاتھوں میں ہو اور شاید تم میرے ساتھ ہوتیں تو میں امریکا واپس نہ جاتا اور یہیں پاکستان میں اپنے لیے مزید جہنم کی آگ خریدتا رہتا.....'' انہوں نے صاف گوئی سے جواب دیا تو شانزے لاجواب ہو گئی۔ ساری گتھیاں سلجھ گئی تھیں۔

اگلے چند دنوں میں ہاشم نے اپنے بہن بھائیوں سے بھی رابطہ کر لیا تھا۔

شانزے کو تب پتا چلا اس کے تایا اعظم بہت عرصے سے جانتے تھے کہ وہ نہ صرف زندہ ہے بلکہ اپنی زندگی کو دین کے لیے وقف کر چکا ہے' لیکن انہوں نے جان بوجھ کر اس سے رابطہ نہیں کیا۔ وہ چاہتے تھے ہاشم خود ان سے رابطہ کرے۔ اس بات نے شانزے کو مزید حیران کر دیا تھا۔



اپنے بیٹے تیمور اور اوریدا کے ساتھ اسپتال کے اس کمرے میں جانے سے پہلے تک بڑی اماں کو گمان تک نہیں تھا کہ وہ جس سے ملنے کے لیے جا رہی ہیں وہ درحقیقت ان کی سگی بیٹی بختاور عرف ڈیزی ہے۔

"کیا سوچتی ہوگی عدینہ' کسی نے مڑ کر خبر تک نہ لی....." بڑی اماں پارکنگ سے کوریڈور تک مسلسل بولتی ہوئی آرہی تھیں۔

"بتا دیجیے گا کہ آپ گھر میں اپنے مجازی خدا کی خدمتیں کر رہی تھیں۔" ماہیر نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے انہیں چھیڑا۔

"میں تو چلو صبح ایک چکر لگا ہی گئی تھی' تم کہاں مصروف تھے۔ سارا دن اس لڑکی کو کندھے سے لٹکائے گھومتے ہو' سب پتا ہے مجھے۔" اپنے باپ کے سامنے اس کھنچائی پر ماہیر بوکھلا سا گیا۔ جب کہ اوریدا اور تیمور صاحب کے چہرے پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ پھیلی۔

"کمال کرتی ہیں بڑی اماں' میں آپ کو ایسا لگتا ہوں....." بڑی اماں نے اس کے احتجاج پر ناک سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مکھی اڑائی۔

"رہنے دو میاں، بے وقوف کسی اور کو بنانا، میں نے خود تمہیں کئی دفعہ اس سے گپیں ہانکتے دیکھا ہے۔"

بڑی اماں اپنے مخصوص موڈ میں تھیں۔

"ہاں بھئی برخوردار، کہاں ہیں اس بچی کے پیرنٹس....؟" تیمور کو بھی چلتے چلتے اچانک یاد آیا۔

"آجائیں گے پاپا، جلدی کیا ہے۔" وہ شرارت سے کان کھجا کر بولا تو اورید انے اسے ناراضی سے گھورا۔ جو اتنی بڑی بات اس سے چھپائے بیٹھا تھا۔

"اب عدینہ کی ماما کے سامنے جا کر میری بے عزتی مزید خراب مت کیجئے گا۔" ماہیر نے آپا صالحہ کے کمرے کے باہر پہنچ کر شرارتی انداز سے بڑی اماں کی طرف دیکھا، جن کے ہونٹوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ تھی۔

"اچھا اچھا دروازہ کھولو، فضول باتیں مت کرو...."

بڑی اماں کے لاپروا لہجے پر ماہیر نے منہ بناتے ہوئے دروازہ کھولا۔

عدینہ جو کہ ابھی آپا کی رپورٹس کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر چونک کر دیکھا۔ اسے لگا جیسے اس نے بجلی کے ننگے تاروں کو چھو لیا ہو۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے بڑی اماں کی طرف دیکھا جو بیڈ پر لیٹی ہوئی آپا صالحہ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

"ہاں بھئی عدینہ، کیسی طبیعت ہے تمہاری والدہ کی....؟"

بڑی اماں کی نظر جیسے ہی بیڈ پر پڑے وجود پر پڑی۔ انہیں شاک لگا۔ ساری کائنات چپ ہو گئی۔ سانس، دھڑکن، وقت ہر چیز تھم کر رہ گئی۔ انہوں نے اپنی دھندلی آنکھوں کو مسلا۔ دل و دماغ کسی زلزلے کی زد میں آگئے تھے۔

انہیں ہرگز مغالطہ نہیں ہوا تھا۔ وہ ان کے سامنے تھی، اگرچہ ظالم وقت نے اس کے نقوش پر خاصا گہرا اثر چھوڑا تھا مگر اس کے بختاور عرف ڈیزی ہونے میں کوئی شک و شبہ تھا ہی نہیں۔ وہ آنکھیں بند کیے پتھر کے بت کی طرح بالکل ساکت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے اور چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ بڑی اماں اور تیمور نے خوف زدہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

"بڑی اماں.... آپ....؟" عدینہ نے بمشکل تھوک نگل کر کہا اور گھبرا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا، جو آنکھیں بند کیے لیٹی تھیں۔ انہیں علم ہی نہیں تھا کہ کتنا قیامت خیز لمحہ آچکا ہے۔

"آنٹی تو شاید سو رہی ہیں...." اورید ا ان سب کی ذہنی حالت سے بے خبر اپنی دھن میں گویا ہوئی۔

"امی! آنکھیں کھولیں۔ دیکھیں ذرا، کون آیا ہے آپ سے ملنے؟" عدینہ نے لرزتی ہوئی آواز میں آپا صالحہ کو مخاطب کیا۔

"کون ہے....؟" انہوں نے آنکھیں کھولے بغیر تھکن زدہ لہجے میں کہا۔

بختاور کی آواز سن کر بڑی اماں کو لگا جیسے کائنات کی گردش تھم گئی ہے۔ انہوں خود کو گرنے سے بچانے کے لیے دیوار کا سہارا لیا۔ جب کہ ماہیر اور اورید ا حیرانی سے بڑی اماں اور تیمور کو دیکھ رہے تھے۔ جو اس وقت حواس باختہ انداز میں عدینہ کی والدہ کی طرف متوجہ تھے۔

"ڈیزی...." بڑی اماں کی کانپتی آواز پر آپا صالحہ کو کرنٹ سا لگا۔ انہوں نے بوکھلا کر آنکھیں کھولیں۔ سامنے اپنی والدہ اور بھائی کو دیکھ کر انہیں لگا جیسے ان کا دل کبھی نہیں دھڑکے گا۔ پہلی دفعہ ان کا دل چاہا کہ زمین شق ہو جائے اور ان کا وجود اس میں دھنس کر رہ جائے۔

"امی...." آپا صالحہ کے ہونٹ کانپے، اور چہرہ ایک دم زرد پڑ گیا۔

"بختاور! یہ تم ہو نا...." تیمور کی آواز سن کر انہیں اپنا دل کھائی میں گرتا ہوا محسوس ہوا۔

کتنے سالوں کے بعد آپا صالحہ نے اپنے ماں جائے کی آواز سنی تھی۔ کتنی دوستی تھی ان کی اور تیمور کی، دونوں ایک دوسرے کے رازداں تھے۔ وہ ہمیشہ ان کا

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

برا مذہب تو در حقیقت اسلام ہے۔" ہاشم کی آنکھوں سے ـــــ آنسو بہنے لگے۔ شرمندگی' پچھتاوا' تاسف کیا کچھ نہیں تھا ان کے لہجے میں۔

"وہ تین راتیں نہیں' تین صدیاں تھیں۔ میرے حلق تک مٹی ہی مٹی تھی اور میں بھوکا پیاسا' چھتیس گھنٹے لگاتار اللہ سے معافیاں مانگتا رہا۔ میرے سارے گناہ ایک ایک کر کے میرے سامنے آنے لگے اور میں نے تب اللہ سے ایک عہد کیا۔" وہ بات کرتے کرتے رکے۔

"کیسا عہد...؟" شانزے نے سوالیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"یہی کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو اپنی ساری زندگی اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کردوں گا اور اس کے بعد وہ معجزہ ہوا جس کو آج بھی سوچوں تو میری عقل ماننے سے انکاری ہے' امدادی ٹیمیں جن لوگوں کو زندہ سلامت باہر نکالنے میں کامیاب ہوئیں ان میں سے ایک میں بھی تھا۔" ہاشم بولتے بولتے تھک گئے تو انہوں نے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"پھر کیا ہوا...؟" وہ پریشان ہوئی۔

"میرے جسم میں کئی فریکچر ہوچکے تھے' میں اگلے چھ ماہ اسپتال میں رہا' لیکن اس وقت میرے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔" ہاشم کا لہجہ نم ہوا۔

"میں نے سولہ سالہ جو گمراہی میں بسر کیے تھے اگلے سولہ سال ان کا مداوا کرنے میں گزار دیے۔ اپنے مذہب اسلام کے بارے میں جتنا علم حاصل کرتا جاتا اتنا ہی شرمندگی کے گڑھے میں گرتا جاتا۔ میں نے اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی جہاں سے میرے والد صاحب نے کی تھی۔ میں نے سولہ سال سر اٹھا کر نہیں دیکھا اور اپنی ذات کو دین کے فروغ کے لیے وقف کردیا۔ شاید میرے والد صاحب اور بختاور کی دعا قبول ہوگئی تھی جو وہ میری ہدایت کے لیے کرتے تھے..."

"اس عرصے میں آپ کو کبھی میرا خیال نہیں آیا...؟" شانزے نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

"سچ پوچھو تو بہت دفعہ آیا اور پھر خیال آتا کہ تم مجھ سے بہتر ہاتھوں میں ہو اور شاید تم میرے ساتھ ہوتیں تو میں امریکا واپس نہ جاتا اور یہیں پاکستان میں اپنے لیے مزید جہنم کی آگ خرید تا رہتا۔" انہوں نے صاف گوئی سے جواب دیا تو شانزے لاجواب ہوگئی۔ ساری گتھیاں سلجھ گئی تھیں۔

اگلے چند دنوں میں ہاشم نے اپنے بہن بھائیوں سے بھی رابطہ کرلیا تھا۔

شانزے کو تب پتا چلا اس کے تایا اعظم بہت عرصے سے جانتے تھے کہ وہ نہ صرف زندہ ہے بلکہ اپنی زندگی کو دین کے لیے وقف کرچکا ہے' لیکن انہوں نے جان بوجھ کر اس سے رابطہ نہیں کیا۔ وہ چاہتے تھے ہاشم خود ان سے رابطہ کرے۔ اس بات نے شانزے کو مزید حیران کردیا تھا۔



اپنے بیٹے تیمور اور اوریدا کے ساتھ اسپتال کے اس کمرے میں جانے سے پہلے تک بڑی اماں کو گمان تک نہیں تھا کہ وہ جس سے ملنے کے لیے جارہی ہیں وہ درحقیقت ان کی سگی بیٹی بختاور عرف ڈیزی ہے۔

"کیا سوچتی ہوگی عدینہ' کسی نے مڑ کر خبر تک نہ لی۔" بڑی اماں پارکنگ سے کوریڈور تک مسلسل بولتی ہوئی آرہی تھیں۔

"بتا دیجیے گا کہ آپ گھر میں اپنے مجازی خدا کی خدمتیں کررہی تھیں۔" ماہیر نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے انہیں چھیڑا۔

"میں تو چلو صبح ایک چکر لگا ہی گئی تھی' تم کہاں مصروف تھے۔ سارا دن اس لڑکی کو کندھے سے لٹکائے گھومتے ہو' سب پتا ہے مجھے۔" اپنے باپ کے سامنے اس کھنچائی پر ماہیر بوکھلا سا گیا۔ جب کہ اوریدا اور تیمور صاحب کے چہرے پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ پھیلی۔

"کمال کرتی ہیں بڑی اماں' میں آپ کو ایسا لگتا ہوں..." بڑی اماں نے اس کے احتجاج پر ناک سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مکھی اڑائی۔

"رہنے دو میاں' بے وقوف کسی اور کو بنانا' میں نے خود تمہیں کئی دفعہ اس سے گپیں ہانکتے دیکھا ہے۔" بڑی اماں اپنے مخصوص موڈ میں تھیں۔

"ہاں بھئی برخوردار' کہاں ہیں اس بچی کے پیرنٹس....؟" تیمور کو بھی چلتے چلتے اچانک یاد آیا۔

"آجائیں گے پاپا' جلدی کیا ہے۔" وہ شرارت سے کان کھجا کر بولا تو اوریدا نے اسے ناراضی سے گھورا۔ جو اتنی بڑی بات اس سے چھپائے بیٹھا تھا۔

"اب عدینہ کی ماما کے سامنے جاکر میری بے عزتی مزید خراب مت کیجئے گا۔" ماہیر نے آپا صالحہ کے کمرے کے باہر پہنچ کر شرارتی انداز سے بڑی اماں کی طرف دیکھا' جن کے ہونٹوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ تھی۔

"اچھا اچھا دروازہ کھولو' فضول باتیں مت کرو....." بڑی اماں کے لاپروا لہجے پر ماہیر نے منہ بناتے ہوئے دروازہ کھولا۔

عدینہ جو کہ اپنی آپا کی رپورٹس کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر چونک کر دیکھا۔ اسے لگا جیسے اس نے بجلی کے ننگے تاروں کو چھو لیا ہو۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے بڑی اماں کی طرف دیکھا جو بیڈ پر لیٹی ہوئی آپا صالحہ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

"ہاں بھئی عدینہ' کیسی طبیعت ہے تمہاری والدہ کی....؟"

بڑی اماں کی نظر جیسے ہی بیڈ پر پڑے وجود پر پڑی۔ انہیں شاک لگا۔ ساری کائنات چپ ہوگئی۔ سانس' دھڑکن' وقت ہر چیز تھم کر رہ گئی۔ انہوں نے اپنی دھندلی آنکھوں کو مسلا۔ دل و دماغ کسی زلزلے کی زد میں آگئے تھے۔

انہیں ہرگز مغالطہ نہیں ہوا تھا۔ وہ ان کے سامنے تھی' اگرچہ ظالم وقت نے اس کے نقوش پر خاصا گہرا اثر چھوڑا تھا مگر اس کے بختاور عرف ڈیزی ہونے میں کوئی شک و شبہ تھا ہی نہیں۔ وہ آنکھیں بند کیے پتھر کے بت کی طرح بالکل ساکت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے اور چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ بڑی اماں اور تیمور نے خوف زدہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

"بڑی اماں.... آپ....؟" عدینہ نے بمشکل تھوک نگل کر کہا اور گھبرا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا' جو آنکھیں بند کیے لیٹی تھیں۔ انہیں علم ہی نہیں تھا کہ کتنا قیامت خیز لمحہ آچکا ہے۔

"آنٹی تو شاید سو رہی ہیں....." اوریدا ان سب کی ذہنی حالت سے بے خبر اپنی دھن میں گویا ہوئی۔

"امی! آنکھیں کھولیں۔ دیکھیں ذرا' کون آیا ہے آپ سے ملنے؟" عدینہ نے لرزتی ہوئی آواز میں آپا صالحہ کو مخاطب کیا۔

"کون ہے.....؟" انہوں نے آنکھیں کھولے بغیر تھکن زدہ لہجے میں کہا۔

بختاور کی آواز سن کر بڑی اماں کو لگا جیسے کائنات کی گردش تھم گئی ہے۔ انہوں خود کو گرنے سے بچانے کے لیے دیوار کا سہارا لیا۔ جب کہ ماہیر اور اوریدا حیرانی سے بڑی اماں اور تیمور کو دیکھ رہے تھے۔ جو اس وقت حواس باختہ انداز میں عدینہ کی والدہ کی طرف متوجہ تھے۔

"ڈیزی....." بڑی اماں کی کانپتی آواز پر آپا صالحہ کو کرنٹ سا لگا' انہوں نے بوکھلا کر آنکھیں کھولیں۔ سامنے اپنی والدہ اور بھائی کو دیکھ کر انہیں لگا جیسے ان کا دل کبھی نہیں دھڑکے گا۔ پہلی دفعہ ان کا دل چاہا کہ زمین شق ہوجائے اور ان کا وجود اس میں دھنس کر رہ جائے۔

"امی....." آپا صالحہ کے ہونٹ کانپے' اور چہرہ ایک دم زرد پڑ گیا۔

"بختاور! یہ تم ہو نا....." تیمور کی آواز سن کر انہیں اپنا دل کھائی میں گرتا ہوا محسوس ہوا۔

کتنے سالوں کے بعد آپا صالحہ نے اپنے ماں جائے کی آواز سنی تھی۔ کتنی دوستی تھی ان کی اور تیمور کی' دونوں ایک دوسرے کے رازداں تھے۔ وہ ہمیشہ ان کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ساتھ دیتا تھا۔ اس وقت تیمور تحیّر کے عالم میں پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

"ڈیزی..... تم..... زندہ ہو....." بڑی اماں کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔

آپا صالحہ ایک جھٹکے سے اٹھیں۔ ان کی آنکھوں میں سراسیمگی تھی۔ ان کے دل سے ایک ٹیس اٹھی اور سارے بدن میں پھیل گئی۔ انہیں ذرا بھی شبہ نہیں تھا کہ انہوں نے اپنی ماں کی آواز پہچاننے میں غلطی کی ہے۔

"امی....." آپا صالحہ کو اپنی آواز کھائی میں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

بڑی اماں آگے بڑھیں اور دیوانہ وار ان کا منہ چومنے لگیں۔ اوریدا اور ماہیر کی تو گویا سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ بڑی اماں مرتعش ہاتھوں سے آپا صالحہ کے چہرے اور گردن کو چھو کر دیکھ رہی تھیں۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے انہیں یقین نہیں آرہا۔

"تم میری ڈیزی ہو ناں....." وہ بار بار ایک ہی فقرے کی گردان کیے جا رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں جیسے ایک دم ہی سیلاب آگیا تھا۔

"امی! میں آپ کی ڈیزی....." آپا صالحہ کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہوئے۔

"میری بدقسمت بیٹی' میری بختو..... میری جند جان..... کہاں چھپ کر بیٹھ گئی تھیں۔ ذرا خیال نہیں آیا تمہیں میرا۔" بڑی اماں کا وجود کسی زلزلے کی زد میں آیا ہوا تھا' وہ دیوانہ وار اپنی بیٹی کا چہرہ چوم رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"تم زندہ تھیں اور بتایا تک نہیں..... کیوں نہیں آئیں میرے پاس۔" وہ بے ربط انداز میں بول رہی تھیں۔

"کس منہ سے آتی آپ کے پاس.....؟" وہ رندھے ہوئے لہجے کے ساتھ گویا ہوئیں۔

"تم ایک دفعہ آتیں تو سہی' کیا اتنا پتھر دل سمجھ لیا تھا اپنے بوڑھے ماں باپ کو؟" بڑی اماں کی باتیں ان کے بدن سے روح کھینچ رہی تھیں۔

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا امی۔ اللہ نے آپ کا دل دکھانے کی بہت بڑی سزا دی ہے۔ مجھے معاف کردیں۔" وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔ شائستہ بیگم کا دل پگھل کر رہ گیا۔

"ڈیزی! تم نے تو جیتے جی مار دیا مجھے' تم تو میری سب سے زیادہ سمجھ دار بیٹی تھیں' میری آنکھوں کا نور اور دل کی دھڑکن تھیں۔ میرا غرور تھیں تم۔" وہ بھی بلند آواز میں رونے لگیں۔ تیمور نے آگے بڑھ کر ماں کو دلاسا دیا۔ ماہیر اور اوریدا اب ساری کہانی سمجھ چکے تھے۔

"میں آپ کو اپنی شکل کیسے دکھاتی' ساری دنیا میں تو رسوا کردیا تھا آپ کو۔ کس منہ سے آتی؟ میرے اندر اتنی ہمت نہیں تھی۔ بہت بدقسمت ہوں میں' اپنے ہاتھوں نے خود کو برباد کردیا۔" وہ اور بھی شدت سے رونے لگیں۔ انہیں روتا دیکھ کر عدینہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"بڑی اماں' پلیز ٹیک اٹ ایزی....." ماہیر نے آگے بڑھ کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور انہیں سامنے رکھی کرسی پر بٹھایا۔

"کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے اپنی.....؟" تیمور کا دل خراب ہوا۔

"بہت شرمندہ ہوں میں آپ لوگوں سے....." آپا صالحہ نے بے اختیار اپنے بھائی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ وہ ان کے ہاتھ تھام کر خود بھی بے اختیار رونے لگے۔ پورے کمرے کا ماحول ہی ایک دم جذباتی ہوگیا تھا۔ عدینہ جس لمحے سے خوف زدہ تھی' وہ آکر آسانی سے گزر گیا تھا۔ وہ دن آپا صالحہ کی زندگی میں بے شمار خوشیاں لے کر آیا تھا۔ ماہیر نے فون کرکے طیبہ پھپھو اور سرمد کو بھی بلا لیا تھا۔ کمرے میں ایک دم ہی ہلچل مچ گئی تھی۔ بڑی اماں کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ جس بیٹی کو مردہ سمجھ کر ہر سال قرآن خوانی کرواتی ہیں' وہ ان کے سامنے بالکل زندہ سلامت ہے۔ وہ پورے پانچ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گھنٹے وہاں گزار کر گھر واپس آئی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ ایک مرحلہ ابھی باقی ہے۔



ڈاکٹر جلال کے کمرے میں حبس اور گھٹن ایک دم ہی بڑھ گیا تھا۔

شائستہ بیگم کی متورم آنکھیں، نم لہجہ اور تھکن زدہ انداز انہیں بتانے کو کافی تھا کہ وہ کرب کے ان ہی مراحل سے گزر رہی ہیں جنہیں وہ صبح سے اکیلے جھیل رہے تھے۔ وہ جب سے اسپتال سے واپس آئی تھیں، اپنے شوہر سے دانستہ نظریں چرا رہی تھیں۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے جذبات کو سمجھ رہے تھے لیکن ایسا لگتا تھا جیسے ان سے قوت گویائی چھن گئی ہو۔

ڈاکٹر جلال تو تھک ہار کر لیٹ گئے جب کہ شائستہ بیگم نے جائے نماز سنبھال لی۔ مغرب کی نماز پڑھ کر وہ دعا مانگتے ہوئے مسلسل بے آواز رو رہی تھیں۔

"بس کرو اب....." ڈاکٹر جلال نے بھیگے لہجے میں انہیں مخاطب کیا۔

وہ اٹھیں اور جائے نماز تہہ کر کے ایک سائیڈ پر رکھی اور دوپٹے کے پلو سے اپنی سرخ ہوتی ناک کو ایک دفعہ پھر صاف کیا۔ ڈاکٹر جلال جو کہ اپنا بازو آنکھوں پر رکھے پچھلے ایک گھنٹے سے ایک ہی پوزیشن میں لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے بازو ہٹا کر اپنی شریک حیات کا مضطرب چہرہ دیکھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی تذبذب کا شکار ہیں اور ان سے کوئی بات کرنا چاہتی ہیں۔

"کیا بات ہے شائستہ بیگم.....؟" انہوں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں....." انہوں نے کھینچ کا ایک لمبا سانس لیا۔

"کیسی طبیعت تھی عدینہ کی ماں کی.....؟" ڈاکٹر جلال کی بات پر انہیں جھٹکا لگ اور انہوں نے چونک کر اپنے شوہر کا چہرہ دیکھا۔

"آپ ملے نہیں اس سے....." انہیں ابھی ابھی ایک خیال آیا۔

"ملا تھا....." انہوں نے سختی سے اپنی آنکھیں میچ لیں جیسے دانستہ ان کے چہرے کو دیکھنے سے گریز کر رہے ہوں۔

"عدینہ کی ماں، آپ کی بھی تو کچھ لگتی ہے۔" انہوں نے نظریں چرا کر کہا۔ ڈاکٹر جلال نے ان کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"ہو سکے تو معاف کر دیں اسے۔ اپنے حصے کی بہت سزا بھگت لی اس نے....." اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں اور کمرے سے نکل گئیں۔

ڈاکٹر جلال کو اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ انہوں نے فوراً اٹھ کر کھڑکیوں کے پردے پیچھے ہٹائے۔ ان کے کمرے کی کھڑکیاں پچھلے صحن کے برآمدے میں کھلتی تھیں۔ جہاں لکڑی کا بڑا سا جھولا رکھا ہوا تھا۔ اس وقت وہاں پر ارصم اور اوریدا بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں تھوڑی سی ناگواری کا احساس ہوا۔ اوریدا کو بغاوت پر اکسانے والے اس واقعے کے بعد سے انہیں ارصم سے چڑ ہو گئی تھی، ایسا لگتا تھا جیسے وہ ان کے دل سے اتر گیا ہو۔

اس وقت دونوں ان کی موجودگی سے بے خبر اپنی ہی بحث میں مگن تھے۔ ڈاکٹر جلال کے کمرے کی لائٹ بند تھی، اس لیے اندر کا منظر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ پردے پیچھے کرنے سے دونوں کی گفتگو بہ آسانی ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

"عدینہ کی والدہ تمہاری پھپھو ہیں....." ارصم کے چہرے پر اشتیاق اور لہجے میں تجسّس کی فراوانی تھی۔

"ہاں، یہ اس صدی کی سب سے حیران کن بات ہے، کم از کم میرے لیے۔" وہ مدھم لہجے میں گویا ہوئی۔

اور میرے لیے سب سے امیزنگ بات یہ ہو گی اگر بڑے ابا انہیں معاف کر دیں۔" ارصم پھیکے انداز میں مسکرایا۔

"اب ایسے بھی سخت دل نہیں ہیں بڑے ابا، بختاور پھپھو ان کی بھی بیٹی ہیں، ان کا اپنا خون....." اوریدا نے منہ بنایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"تم بڑے ابا کو نہیں جانتیں' انہوں نے ساری زندگی اپنے خودساختہ اصولوں کے ساتھ بسر کی ہے۔ اپنی ضد اور انا کے غلام ہیں۔ تب ہی تو ساری زندگی نہ خود خوش رہے اور نہ کسی اور کو رہنے دیا۔" ارصم کا تلخ لہجہ اوریدا کو بالکل اچھا نہیں لگا۔

"ان کی جگہ پر میں یا تم ہوتے تو شاید ہم بھی ایسا ہی کرتے۔ ان کی اولاد نے بھی تو ساری زندگی ان کو دکھ دینے کے سوا کیا دیا ہے' کیا ایک باپ کی حیثیت سے ان کا کوئی حق نہیں بنتا تھا۔" اوریدا کی طرف داری ڈاکٹر جلال کی آنکھیں نم کرنے کا موجب بن گئی۔ انہیں پہلی دفعہ احساس ہوا کہ وہ کسی بھی مقام پر انہیں شرمندہ نہیں ہونے دیتی تھی۔

"والدین اپنا دل بڑا کرلیں تو کئی زندگیاں خراب ہونے سے بچ جائیں۔" ارصم کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

"اور اگر بچے اپنے والدین کا مان اور بھروسا رکھ لیں تو تقدیر بھی ان کے ساتھ برا نہیں کرتی۔" اوریدا نے اس کی بات سے اختلاف کیا۔

"ہونہہ۔۔۔ دیکھوں گا' کب قسمت تمہارا ہاتھ پکڑ کر خوشیوں کے دروازے تک لے جاتی ہے۔" اس کا طنزیہ انداز اوریدا کا دل دکھا گیا۔

"تم ساری باتوں کو چھوڑو' بس اپنی می کو معاف کردو۔۔۔" پرسکون لہجے میں کہتی ہوئی وہ ارصم کا سارا سکون غارت کر گئی۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے' انہوں نے اس گھر کے مکینوں کے دلوں میں کتنی بڑی بڑی بدگمانی کی دیواریں کھڑی ہیں۔ یقین مانو مجھے تو یہ بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ میں ان کا بیٹا ہوں۔۔۔" وہ ان سے حد درجہ خفا تھا۔

"مجھے سب پتا ہے۔" اوریدا نے اسے تعجب میں مبتلا کیا تو وہ فوراً" بولا۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"طیبہ آنٹی نے۔۔۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"ظاہر ہے' وہ تو بتائیں گی ہی تمہیں' ان کی مستقبل کی بہو جو ہوئیں۔ ان کے لاڈلے بیٹے سرمد کی دلہن۔۔۔"

اس کے استہزائیہ انداز پر اوریدا نے گلہ آمیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا۔

"تمہیں پتا ہے نا' مجھے سرمد میں کوئی انٹرسٹ نہیں۔" اوریدا کا چہرہ تاریک ہوا۔

"یہ بات مجھے نہیں جا کر اپنے بڑے ابا کو بتاؤ' جو طیبہ پھپھو کی طرح تمہاری زندگی بھی غارت کردیں گے۔" وہ ہلکا سا چڑ کر بولا۔

"میں ساری دنیا سے یہ بات کہہ سکتی ہوں' لیکن بڑے ابا سے نہیں۔" افسردگی اس کے لہجے میں در آئی۔

"تو پھر طیبہ آنٹی کی طرح روتی رہنا ساری زندگی۔۔۔" وہ جھنجلا گیا۔

"مجھے پھر بھی ان سے کوئی گلہ نہیں ہوگا۔"

اس کا مطمئن انداز ارصم کے اندر آگ لگا گیا۔

"پاگل تو نہیں ہوگئی ہو۔"

"جو بھی سمجھو۔۔۔" وہ زبردستی مسکرائی۔

"تم چاہتی کیا ہو آخر۔۔۔؟" وہ برا مانتے ہوئے بولا۔

"میں چاہتی ہوں کم از کم اس گھر میں ایک فرد تو ایسا ہو' جس کی زندگی کا فیصلہ وہ اپنی خوشی سے کرسکیں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے' مجھے بڑے ابا سے کتنی محبت ہے۔" اوریدا کی بات پر ارصم کے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہوگئے۔

"کیا مجھ سے بھی زیادہ۔۔۔" وہ کچھ توقف کے بعد بولا۔

"ہاں۔۔۔" اوریدا کے جواب نے اسے ساکت کردیا۔ وہ ناراضی سے اٹھا۔ اوریدا کا سانس سینے میں اٹکنے لگا۔ اس نے فوراً" اس کا بازو پکڑ کر جانے سے روکا۔ وہ خفگی سے دوسری جانب منہ کیے کھڑا تھا۔

"تم اپنا موازنہ مت کرو بڑے ابا سے۔۔۔" اوریدا نے التجائیہ انداز میں ارصم کی آنکھوں میں جھانکا' وہ بے بس انداز میں دوبارہ بیٹھ گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

''قطرہ قطرہ زہر دینے سے بہتر ہے' ایک دفعہ ہی گولی مار دو مجھے۔'' اس کی آنکھوں میں ناراضی کا ایک جہان آباد تھا۔

''خفا ہو مجھ سے...؟'' اس نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا۔

''تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔'' اس نے جوابا'' گلہ کیا۔

''تم ناراض ہوتے ہو تو زندگی مجھے اچھی نہیں لگتی۔'' اس نے سر جھکا کر بے بسی سے اعتراف کیا۔

اس سے زیادہ دیکھنا اور اس سے زیادہ سننا بڑے ابا کی برداشت سے باہر تھا۔ انہوں نے تھکے تھکے انداز میں کمرے کے پردے برابر کردیے۔ کمرے میں حبس اور گھٹن کا احساس ایک دم ہی بڑھ گیا تھا۔ شاہ بلوط کے درختوں پر اترتی شام بھی ایک دم اداس ہو گئی تھی۔



''اب تو سارے خونی رشتے مل گئے ہیں آپ کو' پھر بھی اداس بیٹھی ہیں۔'' عدینہ اپنی ماں کو دوا کھلاتے ہوئے بولی تو اس کی ماں کے نقاہت زدہ چہرے پر ایک بے رنگ سی مسکراہٹ ابھری' جسے دیکھ کر عدینہ جھنجلا گئی۔

''ویسے مت مسکرایا کریں' ایسا لگتا ہے جیسے کوئی گن پوائنٹ پر ہنسنے پر مجبور کر رہا ہے۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی خواب دیکھ رہی ہوں' ابھی آنکھ کھولوں گی تو وہی تلخ حقیقتیں میری منتظر ہوں گی۔'' ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

''فار گاڈ سیک آپا' اب مزید رونے کا سیشن مت لگایئے گا' کل سے جتنا رو چکی ہیں آپ' میں تو حیران ہوں اس اسپتال میں ابھی تک چھوٹا موٹا سیلاب کیوں نہیں آیا۔'' وہ چڑ کر ان کے بستر کی سفید چادر ٹھیک کرنے لگی۔

''ویسے ابھی تک اتنی ٹینس کیوں ہیں آپ؟'' اس نے یوں ہی پوچھا۔

''اس لیے کہ بابا نے ابھی تک معاف نہیں کیا مجھے....'' ان کے لہجے سے کرب چھلکا۔ عدینہ ٹھٹک گئی۔

''کردیں گے معاف' بڑی اماں بتا تو رہی تھیں' بہت ڈپریسڈ ہیں وہ....''

''میں نے ان کے ساتھ کیا بھی تو بہت برا تھا۔'' احساس جرم بختاور کو کسی پل بھی سکون نہیں لینے دے رہا تھا۔

''اللہ بہتر کرے گا اور ان کے دل میں بھی رحم ڈال دے گا' باقی سب لوگوں نے بھی تو کھلے سے معاف کردیا ہے آپ کو....'' عدینہ نے محبت سے ماں کے ماتھے کا بوسہ لیا۔ آج کل اسے آپا پر بے وجہ پیار آرہا تھا۔

''تمہیں پتا نہیں ہے' بابا اپنی ضد کے کتنے پکے ہیں۔'' انہوں نے آنکھیں میچ کر رنجیدہ لہجے میں اسے بتایا۔

''وقت بڑوں بڑوں کو بدل دیتا ہے۔ آپ تھوڑا ٹائم تو دیں انہیں' ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے نرمی سے اپنی ماں کا ہاتھ دبا کر تسلی دی۔

''عبداللہ کہاں ہے؟'' انہوں نے خود ہی گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

''انہیں ماہیر اور سرمد بھائی نے زبردستی گھر بھیج دیا ہے۔ خود آپ کی دوا لینے گئے ہیں۔'' عدینہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''تیمور کے دونوں ہی بچے بہت سلجھے ہوئے اور محبت کرنے والے ہیں۔'' وہ اس دفعہ دل سے مسکرائیں۔

''ظاہر ہے' بھتیجا' بھتیجی کس کے ہیں۔'' عدینہ نے ماں کو چھیڑا۔

''اور بینش کا بیٹا ارصم تو بہت مختلف ہے اس سے....'' ان کی بات پر عدینہ ایک دم چونکی اور اسے یاد آیا کہ ابھی ایک ضروری کام کرنا تھا اسے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کام پر غور و فکر کرتی' ماہیر بڑی عجلت میں کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں اس کی طرف متوجہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہو گئیں۔

"لڑکی! فوراً" کمرہ سیٹ کرو، بہت خاص مہمان آ رہے ہیں۔" عدینہ اور آپا صالحہ نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا جو ان کی سائیڈ میز پر رکھی چیزوں کو جلدی جلدی ترتیب سے رکھنے لگا تھا۔

"یا اللہ خیر... کون آ رہا ہے؟" عدینہ نے مسکرا کر اس کا بوکھلایا ہوا انداز دیکھا۔

"شانزے اور اس کے فادر...." اس کے چہرے پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ دیکھ کر دونوں ماں، بیٹی چونک گئیں۔

"لگتا ہے کوئی اسپیشل گیسٹ ہیں۔" عدینہ نے اسے چھیڑا۔

"پھپھو تھوڑا سمجھائیں اسے.... کس دن عقل آئے گی اس لڑکی کو۔ ایک وہ بے وقوف اوریدا ہے، سو منتیں کیں اس کی کہ تمہاری ہونے والی بھابھی اپنے ابا کے ساتھ آ رہی ہیں اسپتال میں، لیکن مجال ہے اس کے کان پر جوں تک رینگی ہو۔" وہ شرارتی لہجے میں گویا ہوا تو وہ دونوں مسکرا دیں۔

"عدینہ ہے نا یہاں، یہ بھی تو تمہاری بہن ہے۔" انہوں نے اپنے بھتیجے کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ ماہیر ان سے بہت جلد گھل مل گیا تھا اور وہ جیسے ہی انہیں اداس یا رنجیدہ دیکھتا تو کوئی نہ کوئی چٹکلہ چھوڑ کر فریش کر دیتا۔

"یہ بھی بتا دیں، ہمیں کرنا کیا ہے؟" عدینہ نے مسکرا کر اس کے لائے ہوئے پھل ایک سائیڈ پر رکھے۔

"اس کے والد بہت بڑے اسکالر ہیں اور مصر کی یونیورسٹی سے فقہ و حدیث پر ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں، اس لیے اپنی ساری اسلامی معلومات کو دماغ میں فریش کر لو انہیں ہر حال میں امپریس کرنا ہے۔" اس کے شوخ انداز پر وہ ہنس پڑی۔

"تو آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ایک تسبیح پکڑ کر بیٹھ جائیں جائے نماز پر، آپ کا بھی تھوڑا اچھا امپریشن پڑے گا، میں کہہ دوں گی یہ اپنی پھپھو کی صحت یابی کے لیے وظیفہ کر رہے ہیں۔" عدینہ کے جوابی حملے پر اس کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

"میرا خیال ہے تمہارے دانشورانہ مشوروں پر عمل کرنے کے بجائے میں پارکنگ میں جا کر ان کا استقبال کر لوں تو بہتر ہے۔" وہ شرارتی لہجے میں کہہ کر فوراً" کمرے سے نکل گیا تو بختاور نے سوالیہ نگاہوں سے عدینہ کی طرف دیکھا۔

"کون لڑکی ہے یہ شانزے...؟"

"مجھے تو خود علم نہیں۔ اوریدا نے بتایا تھا، شاید شوبز سے تعلق ہے اس کا، ماہیر اور وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" عدینہ کی بات پر انہیں ہلکی سی مایوسی ہوئی۔

"ایک اسلامک اسکالر کی بیٹی اور شوبز میں...؟" انہوں نے ہلکی سی ناگواری کا اظہار کیا۔

"اوریدا بتا رہی تھی، شادی کے بعد کام نہیں کرے گی شوبز میں...." عدینہ نے انہیں تسلی دی۔ اسی وقت راؤنڈ پر موجود ڈاکٹر کے کمرے میں آنے پر دونوں ماں بیٹی ایک دم چپ ہو گئیں۔



شانزے اور ڈاکٹر ہاشم کے تعلقات بہت خوش گوار ہو چکے تھے۔ شانزے نے اپنی ساری زندگی کی محرومیاں کھل کر انہیں بتائیں تو ان کا دل بھی دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا۔ انہوں نے ابھی تک اپنے بہن، بھائیوں میں سے کسی کو بھی اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی تھی۔ وہ ان سے ملنے سے پہلے کچھ معاملات نپٹانا چاہتے تھے۔ پندرہ دن کے اندر اندر انہوں نے ایک بنگلہ خرید کر اپنی بیٹی کے نام کر دیا تھا اور اس کے اکاؤنٹ میں کافی رقم ٹرانسفر کرنے کے بعد وہ اب کچھ مطمئن تھے۔

شانزے کے توسط سے وہ سرمد سے بھی ملے تھے اور یہ پرخلوص لڑکا انہیں بہت اچھا لگا تھا۔ سرمد نے باتوں باتوں میں انہیں اشارہ دے دیا تھا کہ ماہیر اور شانزے ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

انہیں سرمد کی خالہ کی بیماری کا پتا چلا تو وہ ان کی عیادت کے لیے آنے کو تیار ہو گئے تھے۔ اصل میں وہ ماہیر کی فیملی سے مل کر اندازہ کرنا چاہتے تھے کہ شانزے کا انتخاب کس حد تک درست ہے۔ دوسری صورت میں انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ شانزے کو لے کر دوبارہ ملک سے باہر چلے جائیں گے۔

"السلام علیکم انکل۔۔۔" ماہیر اور سرمد انہیں پارکنگ میں ہی مل گئے۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی خالہ کی۔۔۔" ڈاکٹر ہاشم نے ان دونوں سے ہاتھ ملاتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

"الحمدللہ، سرجری ہو گئی ہے، لیکن ابھی کیموتھراپی کا مرحلہ باقی ہے۔" سرمد ان کے ساتھ چلتے ہوئے تفصیل سے بتانے لگا۔

"اللہ ان کو زندگی اور صحت دے۔" انہوں نے خلوص دل سے دعا کی۔

"میرے والد بہت بڑے فین ہیں آپ کے بہت اچھے لیکچر دیتے ہیں آپ۔" ماہیر نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے ذرا جھجک کر کہا۔

"تھینک یو۔۔۔" وہ پروقار انداز میں مسکرائے۔ "ویسے آپ کے والد سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"وہ بھی اسپتال میں ہی ہیں، پھپھو کے ڈاکٹرز کے ساتھ کچھ ڈسکشن چل رہی ہے ان کی۔۔۔" ماہیر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

سرمئی رنگ کے پینٹ کوٹ میں ان کی شخصیت میں ایک محسوس کی جانے والی بے نیازی اور وقار مدمقابل کو ان کا احترام کرنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ وہ چاروں چلتے ہوئے جیسے ہی کاریڈور میں مڑے، سامنے سے آتے تیمور صاحب کو دیکھ کر رک گئے۔ ماہیر کے تعارف کرانے پر تیمور نے بڑے پرجوش انداز میں ہاشم صاحب سے ہاتھ ملایا تھا۔ وہ دونوں ہی کوریڈور میں کھڑے تعارفی مراحل طے کر رہے تھے، جبکہ ماہیر اور سرمد، شانزے کو لے کر آپا صالحہ کے کمرے میں چلے آئے۔

"پھپھو! یہ شانزے ہے۔" ماہیر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بلند آواز میں کہا۔ بختاور نے چونک کر شانزے کی طرف دیکھا اور ان کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے انہوں نے بل بورڈ پر دیکھا تھا۔

"السلام علیکم آنٹی!" شانزے نے ذرا جھجک کر انہیں سلام کیا، اسے دیکھ کر بختاور کے دل و دماغ میں ہلچل سی مچی، وہ ٹکٹکی باندھے اس لڑکی کو دیکھنے لگیں، جو ان کی نگاہوں کے ارتکاز کی وجہ سے تھوڑی جزبز ہو رہی تھی۔

"ارے شانزے! آؤ نا، بیٹھو۔۔۔" عدینہ کے دوستانہ انداز پر وہ ہلکا سا جھجک کر بیٹھ گئی۔ اسی وقت نرس ان کی ڈرپ اتارنے آئی تو وہ سب ایک دم چپ ہو گئے۔ نرس نے جلدی جلدی اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔

"بیٹا! آ کر اپنی والدہ کا بازو پکڑو، میں نیڈل اتار رہی ہوں۔" نرس نے شانزے کی طرف دیکھ کر کہا تو عدینہ اور ماہیر دونوں کو شاک لگا۔

انہوں نے بے ساختہ شانزے کی طرف دیکھا، آپا صالحہ اور اس کے نقوش میں حیرت انگیز مماثلت نے ان سب کو ہی فطری سی الجھن میں مبتلا کیا۔ عدینہ نے فوراً اٹھ کر نرس کی مدد کی اور وہ ڈرپ اتار کر کمرے سے نکل گئی۔ آپا صالحہ کے ہاتھوں میں موجود شیشے کا گلاس پسینے سے بھیگنے لگا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر شانزے کو دیکھ رہی تھیں۔ اس لڑکی کے وجود سے نکلنے والی لہریں انہیں بے چین کر رہی تھیں۔ اپنے خون کی کشش رنگ لا رہی تھی۔

"ارے آئیں نا ہاشم صاحب۔۔۔" اسی وقت تیمور کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر بختاور نے سر اٹھا کر دیکھا اور سامنے کھڑے ہاشم کو دیکھ کر انہیں لگا کمرے کی چھت ان کے سر پر آن گری ہے۔ ان کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ کر زمین پر جا گرا اور کرچیاں پورے فرش پر پھیل گئیں۔ بختاور متنفر انداز سے سامنے کھڑے ہاشم رضا کو دیکھ رہی تھیں جو خود بھی ہکا بکا تھے۔ یہ وہ شخص تھا جس کی محبت میں انہوں نے اپنے ہر رشتے کو ٹھوکر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مار دی تھی۔ قسمت نے انہیں ایک دفعہ پھر ایک دوسرے کے مدمقابل لا پہنچایا تھا۔

"پھپھو! یہ ڈاکٹر ہاشم رضا ہیں' شانزے کے والد۔۔۔ بہت بڑے اسلامک اسکالر ہیں۔" ماہیر کے تعارف نے انہیں ششدر کردیا۔ شدید صدمے نے ان کے ہونٹوں پر قفل لگادیے۔ ایک دم ہی ان کا سکتہ ٹوٹا اور انہوں نے ہذیانی انداز میں چیخنا شروع کردیا' سب گھبرا گئے۔

"اس دھوکے باز' کافر انسان کو میرے کمرے سے نکالو' اس کی ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی۔" بختاور کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور ان کا وجود کپکپانے لگا۔

"بختاور! کیا ہوا؟" تیمور صاحب بوکھلا کر ان کی جانب بھاگے۔

"آئی ایم سوری بختاور! میں تم سے شرمندہ ہوں۔" ہاشم نے بالآخر ہمت کی۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے' مجھے اپنی منحوس شکل کبھی نہ دکھانا' تم نے برباد کردیا مجھے' میری زندگی کا ہر رشتہ چھین لیا' تم انسان نہیں' شیطان ہو۔" ہذیانی انداز میں روتے ہوئے وہ ایک جیسے لفظوں کی تکرار کیے جارہی تھیں۔ کمرے میں موجود سب ہی لوگوں پر گویا کوئی پہاڑ گر پڑا تھا۔



بختاور سے ملنے کے بعد ڈاکٹر ہاشم رضا کا جسم بخار کی حرارت سے جھلس رہا تھا۔ وہ کئی گھنٹوں سے کاؤچ پر ایک ہی پوزیشن میں ایسے بے سدھ لیٹے ہوئے تھے کہ شانزے کو ان پر کسی لاش کا گمان ہونے لگا' وہ گھبرا کر ان کے پاس چلی آئی اور اس نے باپ کا پسینے سے شرابور ماتھا چھو کر دیکھا تو اسے جھٹکا لگا۔ وہ فوراً" اندر سے ایک اور کمبل اٹھا کر لے آئی۔

"پاپا! کیسی طبیعت ہے اب آپ کی۔۔۔" شانزے کے چہرے پر تشویش کے سائے لہرائے۔

"اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جل رہا ہوں۔ اسے کہو' مجھے معاف کردے۔" ہاشم کی بات پر شانزے کا چہرہ تاریک ہوا۔

"آپ پریشان مت ہوں' سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔" انہوں نے تیزی سے اپنی بیٹی کی بات کاٹی۔ "اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جتنی نفرت دیکھی ہے' اس کی شدت کم تو ہوسکتی ہے' لیکن اس میں کمی نہیں آسکتی۔"

"ماہیر نے مجھ سے پرامس کیا ہے' وہ اپنی پھپھو کو سمجھائے گا۔" شانزے نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی۔

"وہ ماہیر کی پھپھو بعد میں' تمہاری ماں پہلے ہے۔" انہوں نے تصحیح کی تو وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔ "اس رشتے کو تسلیم کرنے میں کچھ وقت لگے گا مجھے۔"

"تم جاؤ اس کے پاس' اسے ضرورت ہے تمہاری۔" انہوں نے اپنی پیشانی پر پھسلتی نمی کو پونچھتے ہوئے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

ہاشم کے باربار سمجھانے پر وہ ایک دفعہ پھر سرمد کے ساتھ اپنی ماں سے ملنے کے لیے آگئی تھی۔ بختاور کی طبیعت صبح سے خراب تھی' یکے بعد دیگرے ملنے والے ان جذباتی دھچکوں نے انہیں ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب کردیا تھا۔ انہوں نے ساری رات روتے ہوئے گزاری تھی اور سب ہی لوگ ان کی دلجوئی میں مصروف تھے اور انہیں بختاور اور ہاشم کے ماضی کو جان کو بہت دکھ ہوا تھا۔ اس کے باوجود تیمور صاحب اور ان کی بہن طیبہ کا کہنا تھا کہ انہیں ہاشم کو معاف کردینا چاہیے' لیکن وہ اس کے لیے کسی صورت بھی راضی نہیں ہورہی تھیں۔

"میں نے بہت برا کیا تمہارے ساتھ' اسی لیے تو ساری زندگی بے سکونی میں گزار دی۔" وہ شانزے کے دونوں ہاتھ پکڑے روتے ہوئے بے ربط انداز میں بول رہی تھیں۔ شانزے کو اپنا دل موم کی طرح پگھلتا ہوا محسوس ہوا۔

"تم بول کیوں نہیں رہی ہو' خاموش کیوں ہو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بختاور کو اس کی شکوہ کرتی ویران آنکھوں سے خوف آیا۔

"آپ میرے بابا کو معاف کر دیں۔" وہ اپنے گلے کو تر کرتے ہوئے اتنا ہی بولی۔

"تمہیں علم نہیں ہے' اس شخص نے مجھے جلتے ہوئے انگاروں پر چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔" غصے کی زیادتی سے ان کی آواز ایک دفعہ پھر کانپنے لگی۔

"وہ خود بھی تو ساری زندگی اپنے ہاتھوں سے خریدے گئے جہنم میں جلتے رہے ہیں۔" شانزے نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے ماں کے آنسو چنے۔

"اس نے مجھ سے میرے سارے رشتے چھین لیے۔" انہوں نے بچوں کے سے انداز میں شکوہ کیا۔

"آپ نے اپنے سارے رشتے خود اپنی مرضی سے چھوڑے تھے۔" اس نے اپنی ماں کو یاد دلایا۔

"تو اسی کی خاطر یہ خسارے کا سودا کیا تھا نا میں نے' لیکن اس نے کیا کیا میرے ساتھ....." وہ پھر سے رونے لگیں۔

"محبتوں میں خسارے تو پھر دونوں فریقین کو ہی برداشت کرنے پڑتے ہیں' لیکن آپ یہ بتائیں' میرا کیا قصور تھا' مجھے کیوں دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑا آپ نے.....؟" شانزے کے سوال ۔۔۔ نے انہیں شرمندگی کے سمندر میں لا پھینکا۔

"ایک دفعہ بھی مڑ کر نہیں دیکھا' میں جیتی ہوں یا مر گئی ہوں' مجھے میرے ددھیال والوں کے سپرد کر کے آپ کیا سمجھتی تھیں کہ آپ کا فرض پورا ہو گیا۔" شانزے کے حلق میں آنسوؤں کا ایک گولہ سا پھنس گیا۔

"اپنی اولاد کے ساتھ کوئی ایسا کرتا ہے بھلا؟ میں اپنی مرضی سے تھوڑی آئی تھی دنیا میں' پھر اپنے کیے گئے غلط فیصلوں کی سزا آپ نے کیوں دی مجھے؟ میرے باپ پر تو بس نہیں چلا اور مجھے ان کے رشتے داروں کے در پر پھینک دیا۔" شانزے نے انہیں اپنی عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا تھا۔

"میں اس جرم کے لیے شرمندہ ہوں تم سے' بہت مجبور تھی میں' تم اپنی ماں کو معاف کر دو بیٹا۔" ان کا لہجہ بہت ٹوٹا اور بکھرا ہوا تھا۔

"دوسروں سے رحم کی امید رکھتے ہوئے ہم اپنے ظرف کا پیمانہ کیوں محدود کر لیتے ہیں۔" شانزے نے عجیب سی نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو بختاور کو ٹھیک ٹھاک ذہنی دھچکا لگا۔

"کیا مطلب...؟" ان کی زبان سے پھسلا۔

"آپ اپنے والدین اور بیٹی سے تو معافی کی طلب گار ہیں اور خود اس شخص کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں' جنہیں اللہ نے ہدایت کی روشنی دے کر پوری دنیا میں سرخرو کر دیا۔"

شانزے کے طنزیہ انداز پر انہیں دھچکا لگا۔ وہ ہاشم کی بیٹی تھی اور اسے دلیل سے بات کرنے کا ہنر آتا تھا۔

"تم مجھ سے صرف اپنی بات کرو' اس شخص کو درمیان میں مت لاؤ۔" بختاور نے نظریں چرا کر کہا۔

"وہی شخص میرے اور آپ کے رشتے کا ایک مضبوط حوالہ ہے۔ آپ انہیں اپنی زندگی سے نکال سکتی ہیں' میں نہیں۔ میرا باپ ہے وہ اور دنیا کی کوئی چیز اس حقیقت کو نہیں بدل سکتی۔" اس کی صاف گوئی نے بختاور کا دل دکھا دیا۔

"تو تم مجھے معاف نہیں کرو گی۔" ان کے چہرے پر مایوسی نے ڈیرے ڈال لیے۔

"ایک شرط پر' اگر آپ میرے بابا کو معاف کر دیں' ورنہ اس دنیا میں نہ سہی حشر کے میدان میں میں آپ دونوں کا گریبان ضرور پکڑوں گی۔"

وہ اپنا شولڈر بیگ اٹھا کر کھڑی ہوئی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں کی زیادتی سے سرخ اور پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔ بختاور کو لگا ایک اور پل صراط ان کے سامنے ہے۔ جس ننھے وجود کے لیے وہ ساری زندگی ترسی تھیں' وہ ایک خود رو پودے سے ایک تناور درخت کی صورت ان کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا' لیکن وہ انہیں اپنی محبت کی چھاؤں دینے سے انکاری تھا۔ ان کے اعصاب ایک دم ٹھٹھرنے لگے اور آنکھوں کے آگے

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

نمی کی دھند چھا گئی۔

"میں جا رہی ہوں۔ دوبارہ کبھی نہیں آؤں گی۔" شانزے نے ماں کو جذباتی انداز میں بلیک میل کیا۔

"ایک منٹ رکو۔۔۔" بختاور کو لگا کہ جیسے یہ لمحہ ہاتھ سے نکل گیا تو ایک اور پچھتاوے کا جہنم تیار ہو جائے گا۔

"جی۔۔۔" شانزے نے پلٹ کر اپنی ماں کی طرف نہیں دیکھا' اسے ڈر تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہ سکے گی۔

"میں نے معاف کیا اسے' لیکن اسے کہنا ایک احسان کرے مجھ پر' دوبارہ کبھی میرے راستے میں نہ آئے۔" انہوں نے۔۔۔ مضمحل ہو کر کہا' وہ اس وقت بے بسی کی انتہا پر تھیں۔ شانزے پلٹی اور اڑتی ہوئی ماں کے سینے سے آ لگی۔ بختاور کو لگا جیسے ان کے جلتے وجود پر کسی نے ٹھنڈی پھوار برسا دی ہو۔



ڈاکٹر جلال کرسی پر بیٹھے اجنبی نگاہوں سے اپنی اکلوتی بھتیجی کو بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کے کمرے میں فلور کشن پر ان کے بالکل سامنے بدحال سی بیٹھی ہوئی تھیں۔

بینش کو جب سے آغا جی نے بتایا تھا کہ ارصم چپکے چپکے اپنے باہر جانے کے ڈاکومنٹس بنوا رہا ہے اور وہ میڈیکل چھوڑ کر کسی اور فیلڈ میں جانے کا ارادہ رکھتا ہے' تب سے بینش کو ساری دنیا گھومتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اس خاتون کی طرح صدمے سے بے حال تھیں جس کی آخری پونجی لٹنے جا رہی ہو۔

"تایا ابا! صرف ایک دفعہ اپنا دل بڑا کریں' میں قسم کھاتی ہوں' دوبارہ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی۔" بینش کا بس نہیں چل رہا تھا' اپنی کھال کی جوتیاں بنا کر انہیں پہنا دے اور کسی طرح انہیں منا لے۔

"تمہیں پتا ہے نا' اپنی اولاد سے بڑھ کر ترجیح دیتا تھا میں تمہیں' لیکن۔۔۔" انہیں بینش کی حالت پر ترس آیا اس لیے چپ ہو گئے۔

"اسی چیز کے چھن جانے کا خوف تھا مجھے' تب ہی تو آپ کو اپنی اولاد سے دور کر دیا تھا میں نے۔۔۔" انہوں نے پہلی دفعہ کھلے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

"اب پتا چلا نا' اولاد کا دکھ کیسے ماں' باپ کا دل چیر کر رکھ دیتا ہے۔" ڈاکٹر جلال نے مجروح نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا' وہ آج بھی انہیں عزیز تھیں' لیکن دل کے کسی ایک گوشے میں بے اعتباری کا چراغ جل اٹھا تھا۔

"اب بتاؤ۔ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" انہوں نے بمشکل کھینچ کر سانس لیا۔

"آپ بختاور کو معاف کر دیں۔" اس غیر متوقع بات پر انہیں حیرت کا جھٹکا لگا۔ انہوں نے اچنبھے سے ان کی طرف دیکھا۔

"تم بختاور کو چھوڑو۔ اپنی بات کرو۔" وہ اجنبی لہجے میں بولتے ہوئے ان کی آنکھیں نم کر گئے۔

"اپنا معاملہ تو میں نے اللہ کی عدالت میں چھوڑ دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے' ارصم کبھی معاف نہیں کرے گا مجھے اور کر بھی دے گا تو وہ اہمیت اور عزت کبھی نہیں دے گا' جو میں چاہتی ہوں۔"

وہ مایوسی کی انتہا پر تھیں۔ وقت نے انہیں بری طرح سے اپنے شکنجے میں کس لیا تھا۔



وہ دونوں سمندر کی گیلی ریت پر چلتے ہوئے اپنے اندر کی گھٹن کو باہر نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اوریدا' اپنی بختاور پھپھو سے ملنے کے بعد ارصم کے ساتھ سی ویو کی طرف نکل آئی۔ اس وقت خشک ہوا میں سمندر کے کھاری پانی کی باس تھی۔

"اگلے جمعے کو شانزے اور ماہیر کا نکاح ہے۔" اوریدا نے گیلی ریت پر چلتے ہوئے ارصم کو بتایا۔

"تمہاری طرح بزدل نہیں ہے وہ۔ دیکھو کتنی بہادری سے اپنا مقدمہ لڑا ہے اس نے اور سب کو منا لیا۔" ارصم نے ایک دفعہ پھر اس سے گلہ کیا۔

"میں تو پہلے دن سے کہہ رہی ہوں' میرے جیسی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

نہیں ہے وہ۔" اوریدا کے لباس میں سمندر کی نم آلود ہوا بھر گئی اور اس پر خفیف سی کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک سنسان گوشے کی طرف لے آیا۔

"آغا جی بتا رہے تھے' طیبہ آنٹی کی پوری کوشش ہے کہ ماہیر اور شانزے کے ساتھ تمہارا اور سرمد کا نکاح بھی کر دیا جائے۔" ماہیر کے افسردہ لہجے پر اس نے تڑپ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر جھوٹ کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"میں نے آئرلینڈ میں گریجویشن کے لیے اپلائی کیا تھا' ہو سکتا ہے دو' چار مہینوں میں چلا جاؤں باہر۔" اوریدا کو لگا جیسے کسی نے اس کی روح کو کانٹوں پر گھسیٹ لیا ہے۔

"لیکن کیوں....؟" وہ بوکھلا گئی۔

"یہاں رہ کر روز جینے اور روز مرنے سے اچھا ہے' دنیا کے کسی گوشے میں تنہا بیٹھ کر اپنی زندگی کے نقشے میں رنگ بھر لوں۔" وہ یوں تلخی سے ہنسا جیسے اپنا مذاق اڑا رہا ہو۔

"تم مجھے چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہو؟" اوریدا کو لگا جیسے سمندر کی ساری ریت اس کی آنکھوں میں آ گھسی ہے۔

"جیسے تم مجھے چھوڑ کر سرمد کے ساتھ رہ سکتی ہو۔" اس کے تلخ لہجے پر اوریدا کو ایک دم چپ سی لگ گئی۔

دونوں کے درمیان بوجھل خاموشی کا وقفہ طویل ہو گیا تو ارصم اس کا بازو پکڑ کر اپنی گاڑی کی طرف لے آیا۔ اوریدا کو گویا سکتہ ہو گیا تھا' وہ سارے راستے خاموشی سے بیٹھی اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتی رہی۔ جیسے ہی وہ دونوں گھر پہنچے ایک اور جذباتی منظر ان کا منتظر تھا۔

ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر بیٹھے ڈاکٹر جلال کا چہرہ ضبط کی انتہا پر تھا۔ ان کے قدموں میں بیٹھی بختاور اپنے حواسوں میں کہاں تھیں' وہ اپنے دونوں ہاتھ باپ کے سامنے جوڑے دیوانوں کی طرح ان سے معافی مانگ رہی تھیں۔

"مجھے معلوم ہے' میری خطا بہت بڑی ہے' میں نے زندہ درگور کر دیا آپ کو' لیکن خدا کی قسم بابا! میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ رات کے اندھیرے میں دنیا جہاں کی کالک مل لی اپنے ہی چہرے پر.... اللہ نے مجھے رسوا کر کے رکھ دیا۔" وہ اور بھی شدت سے رونے لگیں۔ ان کی ہچکیوں کی آواز وہاں بیٹھے سب ہی لوگوں کے دل کو چیر رہی تھی۔

"آپ کے سامنے بیٹھی ہوں' جوتے مار لیں مجھے' اف تک نہیں کروں گی۔ لیکن خدا کے واسطے مجھے معاف کر دیں' جب تک آپ مجھے معاف نہیں کریں گے۔ میرے دل کو سکون نہیں ملے گا۔" انہوں نے ہچکی بھر کر ویران نگاہوں سے اپنے باپ کو دیکھا۔ جو کسی مجسمے کی طرح بالکل ساکت بیٹھے تھے۔

"پلیز بابا.... میں آپ کی وہی بیٹی ہوں جسے آپ نے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا تھا۔ مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ آپ کی نافرمانی کر کے میں اللہ کی حدود سے بھی تجاوز کر جاؤں گی۔ اتنے سالوں سے میرے دل میں پچھتاوے کی آگ جل رہی ہے۔ خدا کی قسم بابا! بہت سالوں سے نہیں سو سکی۔" وہ بے ربط جملے بولتی ہوئی سب کے آنکھوں میں نمی لے آئی تھیں۔

"جب تک آپ معاف نہیں کریں گے' اللہ بھی نہیں بخشے گا مجھے' ساری زندگی کانٹوں پر گزاری ہے میں نے' آزمائشیں کسی بلا کی طرح پیچھا کرتی رہیں میرا' بابا دعا کریں' میں مر جاؤں۔ اب اذیت برداشت نہیں ہوتی۔" ان کی آواز میں نقاہت بڑھ گئی۔

ڈاکٹر جلال کی دائیں آنکھ سے پانی کی پتلی سی لکیر نکل کر کان کی سمت میں رینگنے لگی۔ بختاور کی باتیں ان کے دل کو تکلیف پہنچا رہی تھیں۔ وہ خود بھی کرب کی بھٹی میں تنہا جلتے جلتے تھک گئے تھے۔ اب تو ان کی انا اور ضد بھی تھک ہار کر ایک طرف بیٹھ گئی تھی۔

وہ تھوڑا سا بختاور پر جھکے اور اس کے کندھے کو نرمی سے سہلانے لگے۔ بختاور ایک جھٹکے سے اٹھیں اور ان کے سینے سے آن لگیں۔ بہت سالوں کی سرد مہری کی برف آخر کار آج پگھل ہی گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تیمور ہاؤس آج برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا' ایسا لگتا تھا جیسے پورے شہر کی روشنیاں اسی گھر میں اتر آئی ہوں۔ شانزے اور ماہیر کا نکاح سادگی سے قریبی مسجد میں پڑھا دیا گیا تھا اور بختاور کی دل آزاری کے خوف سے ڈاکٹر ہاشم نے ان دونوں کے عشائیے میں شرکت کرنے سے سلیقے سے انکار کر دیا تھا۔ بختاور کی فرمائش پر شانزے کی رخصتی بھی نکاح کے ساتھ ہی شام میں کر دی گئی تھی۔

اس وقت ڈاکٹر ہاشم اپنے بہن' بھائیوں کے ساتھ شانزے کے فلیٹ میں موجود تھے۔ ان کا وجود تھکا ہوا تھا' لیکن وہ ذہنی طور پر خاصے پرسکون تھے۔ اس ایمرجنسی رخصتی پر ان کے بہن' بھائیوں نے خاصا برا منایا اور احتجاجاً" عشائیے میں شرکت سے بھی انکار کر دیا تھا۔

"آخر ضرورت کیا تھی اس قدر افراتفری کی؟" ہاشم کے بڑے بھائی بے زاری سے گویا ہوئے۔

"اس کی ماں کو ضرورت تھی اس کی...." انہوں نے افسردگی سے جواب دے کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

"اس کی ماں کے پاس پورا خاندان اکٹھا تھا اس کا۔ اگر دو چار ماہ بعد رخصتی ہو جاتی تو کیا فرق پڑ جاتا۔" شانزے کی پھپھو نے برا سا منہ بنایا۔

"دو چار ماہ بعد ہو یا دو چار گھنٹوں میں' آخر فرق کیا پڑتا ہے۔" انہوں نے پرسکون انداز میں بہن بھائیوں کے چہرے دیکھے۔

"ہمارے بھی کچھ ارمان تھے اور ہم اپنی بیٹی کو کچھ دے دلا کر رخصت کرتے۔" ان کی دوسری بہن نے ناگواری سے کہا۔

"وہ اپنی سگی ماں کے گھر گئی ہے' ان لوگوں کو سامان کی نہیں صرف اس کی ضرورت تھی اور وہ لے گئے۔" ہاشم نے تحمل سے جواب دیا۔

"پھر بھی' تمہیں ہم سے مشورہ کرنا چاہیے تھا؟" اعظم بھائی نے گلہ کیا۔

"آپ لوگوں نے مشورہ کیا تھا مجھ سے' میری بیٹی کو اس کے حال پر چھوڑتے ہوئے۔ کسی نے مڑ کر خبر لی' وہ کہاں پر اور کیا کر رہی ہے' آپ میں سے کوئی اپنی اولاد کو شوبز میں بھیجے گا۔ میں نے اسے مفتی ابراہیم کی اولاد کے سپرد کیا تھا اور آپ نے اسے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا۔" ہاشم ایک دم پھٹ پڑے۔ ان کے سب بہن بھائیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

"میں نے جو فیصلہ کیا ہے' بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے اور ویسے بھی یہ اس کی ماں کی خواہش تھی' اب اتنا تو حق بنتا ہے اس کا۔" ان کے دوٹوک انداز پر سب ہی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"پھر تم نے کیا سوچا ہے' یہاں رہو گے یا واپس جاؤ گے۔" اعظم بھائی نے مصلحتاً گفتگو کا رخ بدلا۔

"میں واپس جاؤں گا امریکہ۔" ان کی بات پر سب کو شاک لگا۔

"لیکن تم تو یہیں شفٹ ہونے کا فیصلہ کر کے آئے تھے۔" ان کے بھائی نے انہیں یاد دلایا۔

"اب میرا یہاں رہنا مناسب نہیں' میں پہلے بھی شانزے کی وجہ سے آیا تھا پاکستان اور میرے خیال میں اب وہ محفوظ ہاتھوں میں ہے اور مجھے اپنی زندگی اسی کام کے لیے وقف کر دینی چاہیے۔ جس کا میں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا اور ویسے بھی میں اس کی ماں سے بھی عہد کر چکا ہوں کہ اس کی اور اس کی بیٹی کی زندگی کو دوبارہ ڈسٹرب نہیں کروں گا۔" وہ پرسکون انداز میں بولتے ہوئے سب ہی کو بے چین کر گئے۔

"مرضی ہے تمہاری' پہلے بھی تو تم اپنے فیصلے خود ہی کرتے آئے ہو۔" اعظم بھائی کے لہجے میں ہلکی سی خفگی جھلکی لیکن ہاشم کے انداز میں کوئی لچک نہ پا کر انہوں نے باقی بہن' بھائیوں کو آنکھ کے اشارے سے مزید بحث کرنے سے منع کر دیا تھا۔

تیمور ہاؤس میں گویا بہاریں اتری ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر جلال کے اکلوتے پوتے کا عشائیہ تھا اور انہوں نے اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ان کے سارے قریبی عزیز و اقارب یہاں اکٹھے تھے۔ شانزے' ٹی پنک میکسی میں چاند سے اتری کسی حسین پری کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مانند لگ رہی تھی اور ماہیر بلیک کلر کے ٹوپیس میں خاصا ہینڈسم لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اپنی محبت کو پالینے کا خمار ہلکورے لے رہا تھا۔ جبکہ شانزے کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی، دلکش مسکراہٹ تھی۔

اس ہنستے مسکراتے ماحول میں اسے اپنے باپ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی، لیکن ماہیر نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہنی مون پر اسے امریکہ اس کے بابا کے پاس لے جائے گا اور شانزے کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ شاید آنے والے وقتوں میں بختاور کے فیصلے میں بھی کوئی نرمی آجائے۔

بختاور اس وقت ضد کرکے پنڈال میں موجود تھیں اور کئی دفعہ دل ہی دل میں آیت الکرسی پڑھ کر شانزے اور ماہیر پر پھونک چکی تھیں۔

"آپا! تھکی تو نہیں آپ...؟" سفید رنگ کے کرتا شلوار میں ملبوس عبداللہ ان کے پاس بیٹھا فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں ٹھیک ہوں بیٹا۔" انہوں نے مسکرا کر اسے تسلی دی۔ وہ دل ہی دل میں تہیہ کرچکی تھیں کہ اپنی صحت یابی کے فوراً بعد عدینہ کی بھی رخصتی کردیں گی اور عدینہ ڈاکٹر بن کر اپنے اسی گاؤں میں پریکٹس کرے گی جہاں ان کا مدرسہ تھا اور اپنی بے بے اور ساس کے ساتھ رہے گی۔

سیاہ رنگ کے شیفون کے سوٹ میں اوریدا کا افسردہ حسن، دیکھنے والوں کو بار بار اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ وہ عدینہ کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کرکے اب ایک سنسان گوشے میں آن کھڑی ہوئی تھی اور اسے اکیلے دیکھ کر ارصم وہیں چلا آیا۔

سیاہ رنگ کے شلوار سوٹ میں ڈیسنٹ سی واسکٹ پہنے وہ آج خاصا مختلف لگ رہا تھا اور دونوں کو ایک ساتھ کھڑے دیکھ کر کوئی بھی سوچ سکتا تھا کہ دونوں کی ڈریسنگ شاید مشترکہ فیصلے کا نتیجہ ہے۔

"ابھی بھی وقت ہے، مان جاؤ۔ میں صبح تمہارے ڈاکومنٹس بھی ایمبیسی میں دے آؤں گا۔" ارصم کی بات پر ایک ناگوار سا تاثر اوریدا کی آنکھوں میں ابھرا۔

"تم ایک ہی بات بار بار کرکے اپنا اور میرا وقت ضائع کیوں کر رہے ہو ارصم۔"

"اس لیے کہ ساری زندگی کے رونے سے بہتر ہے، ہم آج اپنی پسند کا فیصلہ کرلیں۔" وہ یک لخت سنبھل کر بولا۔

"میں اپنی پسند کا ایک فیصلہ کرکے ساری زندگی کے پچھتاوے نہیں خرید سکتی اور مجھے ابھی بھی یقین ہے، ہمارے ساتھ کچھ برا نہیں ہوگا۔" اس کے پُراعتماد لہجے پر ارصم نے طنزیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے تم خوش فہمیوں کے جنگل میں گھومتی رہو اور جب تھک جاؤ تو بتا دینا میں تمہیں وہیں کھڑا ملوں گا۔" وہ ناراضی سے کہہ کر ڈاکٹر جلال کی طرف بڑھ گیا، جو بینش اور طیبہ کے ساتھ کافی دیر سے کسی بحث میں مصروف تھے۔ اوریدا کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"کیا ہوا، یہاں کیوں کھڑی ہو؟" سرمد اسے اکیلا دیکھ کر فوراً ہی چلا آیا۔

"کچھ نہیں..." اوریدا نے اپنے حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولہ بمشکل نگلا۔

"تم سے ایک مشورہ کرنا تھا اوریدا! امید ہے تم غیر جانب داری سے جواب دو گی۔" سرمد کی بات پر اس نے کھڑے کھڑے کوفت سے پہلو بدلا۔ وہ اس وقت جس جذباتی کیفیت کا شکار تھی اس میں کسی سے بھی بات کرنا آسان کام نہیں تھا۔

"یہ رباب کیسی لڑکی ہے؟"

سرمد کے شرارتی انداز پر وہ چونکی۔ "کیا مطلب؟"

"بھئی... تمہاری اوٹ پٹانگ بھابھی کا کہنا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے، تو میں نے سوچا اس سے بات کرنے سے پہلے تم سے مشورہ کرلوں، کہیں وہ اپنے جیسی اول جلول سی لڑکی میرے گلے نہ ڈال دے۔" سرمد کی بات پر اوریدا نے خوشگوار حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں بتاتی ہوں ماہیر کو، آپ اس کی مسز کو اول جلول کہہ رہے ہیں۔" اس کے اعصاب ایک دم پرسکون ہوئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"تو بتادو' میں کون سا ڈر رہا ہوں اس سے۔۔۔"

سرمد قہقہہ لگا کر ہنسا اور دور کھڑے ارصم نے بے چینی سے یہ منظر دیکھا۔ وہ اوریدا کے معاملے میں خاصا شدت پسند تھا۔ اوریدا کو مسکراتے دیکھ کر سرمد نے دل ہی دل میں عدینہ کا شکریہ ادا کیا' جس نے دو دن پہلے ہی اسے ارصم اور اوریدا کی محبت کی داستان سنا کر پیچھے ہٹنے کی درخواست کی تھی۔ سرمد کے لیے یہ فیصلہ مشکل ضرور تھا' لیکن وہ اس معاملے میں خود غرض بن کر دو دلوں کے درمیان نہیں آسکتا تھا' چنانچہ اس نے شانزے کی بات ماننے کا فیصلہ کرلیا جو اسے کافی عرصے سے رباب کے لیے راضی کررہی تھی اور اسے یقین تھا کہ رباب کی محبت اس کے دل سے اوریدا کے نقوش مٹادے گی۔

"اوریدا! تم یہاں چھپی کھڑی ہو اور بڑی اماں نے سارے پنڈال میں شور مچا رکھا ہے۔" عدینہ اچانک ہی اسے ڈھونڈتی ہوئی وہاں پہنچی اور اسے بازو سے کھینچتی ہوئی اسٹیج کی طرف لے گئی۔

"لو بھئی آگئی ایک اور دلہن' روتی بسورتی۔۔۔" ماہیر اس کی طرف دیکھ کر شرارتی انداز میں ہنسا تو اس نے الجھن بھری نگاہوں سے سب کی طرف دیکھا' جو بڑی دلچسپ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"چلیں بھئی عبداللہ صاحب! شروع کریں نکاح۔ شکر' مولوی کی فیس تو بچی۔" ماہیر کے شرارتی جملے پر اردگرد سے مختلف قہقہے گونجے۔ اوریدا نے پریشانی سے بڑی اماں اور بڑے ابا کی طرف دیکھا جو محبت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"لو بھئی۔ آگئی میری بہو' ڈاکٹر اوریدا۔۔۔" بینش کا خوش گوار لہجے میں کہا گیا فقرہ سن کر اوریدا کے ساتھ ارصم بھی بوکھلا گیا۔

"ویسے بہت چالاک ہیں آپ بینش پھپھو' ہمارے خرچے میں اپنے بیٹے کو بھی نپٹا رہی ہیں۔" ماہیر کے شرارتی انداز پر وہ ایک دم ہنس پڑیں۔

بڑی اماں نے اوریدا کا بازو پکڑ کر صوفے پر بٹھایا اور عدینہ کا سرخ دوپٹا اس پر ڈال دیا' وہ بوکھلا گئی۔ جبکہ بینش نے پریشان حال کھڑے ارصم کا ہاتھ زبردستی پکڑا اور اسے اوریدا کے بالکل برابر میں بٹھادیا۔

ارصم کا دل ایک پل میں سارا معاملہ سمجھ گیا تھا۔ اسے لگا جیسے ایک دم ہی فضا میں ایک سریلا اور مہکتا ہوا احساس رقص کرنے لگا ہے۔ سرخ دوپٹے کی اوٹ میں اوریدا کا شرم سے دہکتا ہوا چہرہ ایک دم جھک گیا۔ ان کے سچے جذبوں نے آخر کار اپنا آپ منوا ہی لیا تھا۔

بینش نے اپنے بیٹے کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا' جس نے انہیں کسی بڑے خسارے سے بچالیا تھا۔ اس دن جب وہ ڈاکٹر جلال سے معافی مانگنے آئی تھیں تو انہوں نے اوریدا اور ارصم کے نکاح کی شرط سامنے رکھی جو انہوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مان لی تھی۔

نکاح کی رسم ہوتے ہی مبارک باد کا شور مچ گیا۔ آغا جی نے اپنے نواسے ارصم کو بے اختیار گلے لگا کر مٹھائی کھلائی اور دونوں نانا' نواسا ایک دوسرے کو دیکھ کر ایک دم ہنس پڑے۔ ان کا خفیہ منصوبہ کامیاب رہا تھا۔ بینش کو سدھارنے کے لیے ارصم کے بگڑنے کا منصوبہ آغا جی کے ذہن کی پیداوار تھا' جس میں ارصم اور آغا جی نے اپنی جان دار ایکٹنگ سے رنگ بھر دیے تھے۔ یہ راز صرف ارصم اور آغا جی ہی جانتے تھے اور آنے والے دنوں میں شاید اوریدا بھی جان جاتی' لیکن بینش کو ساری زندگی اس بات سے بے خبر ہی رہنا تھا۔

بڑے ابا نے آگے بڑھ کر اوریدا کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا تو وہ بے اختیار ان کے ساتھ لپٹ گئی' وہ جان گئی تھی اس کے اور ارصم کے ملاپ کے پیچھے بڑے ابا کی محبت اور دست شفقت تھا' اس نے اپنے والدین اور بڑوں کا مان رکھا اور نتیجے میں اللہ نے اس کی قسمت میں ان گنت خوشیوں کے رنگ بھر دیے تھے۔

اس کے ساتھ بیٹھے ارصم نے شرارت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"مبارک ہو' تم ٹھیک کہتی تھیں۔" ارصم کی محبت بھری آواز اس کی سماعت میں پھوار بن کر برسی اور اس نے شرما کر نظریں جھکالیں۔

✻

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY